اداریہ
کلام الامام
سیرت النبیؐ
مبارک وہ جو ایمان لایا
نعت النبیؐ
روس کے چھ کروڑ مسلمان
دارشکوہ کا قتل
نظم
جدائی۔ محبت۔ نفرت
دیر ہے پر اندھیر نہیں
کامیاب زندگی کے اصول
کھیل کے میدان سے
خلاء میں پیدائش
اخبار مجالس
انعامی مقابلہ
صحیح حل
اشاریہ

اخاء 1369ہش
اکتوبر 1990ء

ایڈیٹر
مبشر احمد ایاز

خاندان حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک بابرکت وجود

محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب انتقال فرما گئے

ربوہ۔ احباب جماعت کو نہایت دکھ اور افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ جماعت احمدیہ کی بزرگ اور خادم دین ہستی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی۔۔۔۔ کے فرزند اور حضرت مسیح موعود۔۔۔ کے پوتے محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ۱۹ ستمبر ۱۹۹۰ء کی صبح پونے نو بجے اچانک دل کی حرکت بند ہونے سے وفات پا گئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) آپ کی عمر ۷۲ سال آٹھ ماہ تھی۔

محترم صاحبزادہ صاحب یکم فروری ۱۹۱۸ء کو قادیان میں حضرت سیدہ ام ناصر کے بطن سے تولد ہوئے۔ ایم بی بی ایس پاس کرنے کے بعد ڈیڑھ سال تک گلینسی میڈیکل کالج امرتسر میں بطور ڈیمانسٹریٹر کام کرتے رہے۔ آپ نے بعد ازاں خدمت دین کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی اور ۲۲ مئی ۱۹۴۵ء کو آپ کا پہلا تقرر نور ہسپتال قادیان میں بطور اسسٹنٹ انچارج ہوا۔ تقسیم ملک کے بعد مرکز سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ میں جب فضل عمر ہسپتال کا قیام عمل میں آیا تو آپ نے یہاں خدمات انجام دینی شروع کر دیں۔ ۱۹ مارچ ۱۹۵۹ء سے آپ کو چیف میڈیکل آفیسر کے فرائض سونپے گئے۔ اس عہدے پر آپ ۲۴ سال تک فائز رہے۔ ہسپتال سے فراغت کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب نے گھر پر ہی پریکٹس کا سلسلہ جاری رکھا۔

خالص پیشہ وارانہ ذمہ داریوں کی ادئیگی کے ساتھ ساتھ آپ نے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے عہدیدار کے طور پر بھی ایک لمبا عرصہ خدمات انجام دیں۔ آپ پانچ سال مجلس خدام الاحمدیہ کے نائب صدر رہے۔ (ان ایام میں مجلس خدام الاحمدیہ کی صدارت کا عہدہ سیدنا حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی۔۔۔۔ کے پاس تھا)۔ ۱۹۵۵ء میں جب حضرت فضل عمر علاج کی غرض سے یورپ کے دورہ پر تشریف لے گئے تو محترم صاحبزادہ صاحب کو حضور کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔

محترم صاحبزادہ صاحب کو ایک طویل عرصہ تک حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی۔۔۔۔ اور حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثالث۔۔۔۔ کے ذاتی معالج کے طور پر خدمات انجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے صاحبزادہ موصوف کو جو حضرت بانی سلسلہ کے پوتے اور حضرت فضل عمر کے صاحبزادے تھے۔ اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا کرے۔ آپ کے ساتھ خصوصی محبت کا سلوک کرے اور آپ کے درجات قرب کو ہر لمحہ و ہر آن بڑھتا چلا جائے۔ (آمین ثم آمین)

اخاء 1369ھش
اکتوبر 1990ء

ایڈیٹر
مبشر احمد ایاز

فہرست مضامین

اداریہ	۲
کلام الامام	۳
سیرت النبیؐ	۴
مبارک وہ جو ایمان لایا	۹
نعت النبیؐ	۱۲
روس کے چھ کروڑ مسلمان	۱۳
دارا شکوہ کا قتل	۱۹
نظم	۲۲
جدائی۔ محبت۔ نفرت	۲۳
دیر ہے پر اندھیر نہیں	۲۵
کامیاب زندگی کے اصول	۲۹
کھیل کے میدان سے	۳۱
خلاء میں پیدائش	۳۴
اخبار مجالس	۳۵
انعامی مقابلہ	۳۸
صحیح حل	۳۹
اشاریہ	۴۰

جلد ۳۷ قیمت، سالانہ ۳۰ روپے۔ فی پرچہ ۳ روپے۔ شمارہ ۱۲۵

پبلشر۔ مبارک احمد خالد، پرنٹر قاضی منیر احمد۔ مطبع، ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔
مقام اشاعت دفتر ماھنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ

ادارایہ

وصال الہی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ سے فرمایا کہ کسی گھر کے سامنے اگر کوئی نہر بہتی ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ مرتبہ نہائے تو کیا اس کے جسم پر کچھ بھی میل باقی رہ جائیگی؟ صحابہ نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پانچ نمازوں کی مثال ایسی ہے - اللہ ان کے ذریعہ تمام برائیاں دور کر دیتا ہے۔
نماز اور پھر نماز باجماعت کی اہمیت سے کون باخبر نہیں۔ قرآن میں جابجا اس کا حکم ہے۔ احادیث میں ذکر ہے آجکل ہمارے پیارے آقا کئی مرتبہ خطبات میں نماز باجماعت کا بارہا ذکر فرماچکے ہیں۔ آئیں خدا اور اس کے پیارے کی آواز پر لبیک کہیں اوراس مغرب زدہ اور مادہ پرست دنیا کے گردو غبار سے ہم اپنی روح کو گندا اور میلا کچیلا ہونے سے بچائیں۔ اور اس کا یہی ایک طریقہ ہے کہ ہم اپنی پانچ وقت نماز باجماعت خدا کے گھر میں جاکر ادا کریں۔
اس نفسانفسی کے عالم میں جہاں ہم دوسرے بھائیوں سے ملیں گے ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوں گے وہاں ہم اپنی روح کے نکھار اور اس کے حسن کو بھی دو بالا کر رہے ہوں گے۔
پس آئیےآج ایک نئے جذبہ اور نئی امنگ کے ساتھ نماز باجماعت کا پھر سے عہد کریں اور اس پر عمل پیرا ہوں۔ یاد رکھیں حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ "جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں"
پس خدا کے پیارے مسیح کا یہ حکم بھی سامنے رہے اور ایسا نہ ہو کہ ایک طرف تو ہم اپنے آپ کو احمدی کہہ کر ساری دنیا کی نفرتوں اور نفرینوں کا نشانہ بنا رہے ہوں اور دوسری طرف ہمارا اپنا یہ حال ہو کہ نہ خدا کے حکم کو مانیں نہ اس کے رسول کے حکم کو۔ اگر ایسا ہوگیا تو پھر تو۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

کلام الامام ۔۔۔۔۔ امام الکلام

عیش دنیا صدا نہیں پیارو
اس جہاں کو بقا نہیں پیارو

یہ تو رہنے کی جا نہیں پیارو
کوئی اس میں رہا نہیں پیارو

دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے
گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر جدا ہے

اے حبِ جاہ والو یہ رہنے کی جاہ نہیں
اس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں

دیکھو تو جا کے ان کے مقابر کو اک نظر
سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کدھر

اک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے
اک دن یہ صبح زندگی کی تم پہ شام ہے

اک نہ اک دن پیش ہوگا تو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

چھوڑنی ہوگی تجھے دنیائے فانی ایک دن
ہر کوئی مجبور ہے حکم خدا کے سامنے

(ترتیب: مبشر احمد محمود)

سیرت النبیؐ

میدے کی روٹی۔ محبت کے آنسو

جنگ کے لئے کوچ

صدیاں گزریں۔ ایک آباد شہر میں جس کے گلی کوچوں میں چہل پہل اور رونق اور آبادی اپنے شباب کو پہنچی ہوئی تھی۔ جس طرف نگاہ اٹھتی لوگ تلواریں لٹکائے، نیزے ہاتھوں میں لئے جرأت اور بسالت کے آثار چہرے سے ظاہر کرتے ہوئے ادھر ادھر تیزی سے چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے فوجوں کے دستے شہر کی گلیوں میں سے اس آب و تاب کے ساتھ گزرتے ہوئے نظر آتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا انہیں اپنے دشمن کو زیر کرنے کا پہلے سے ہی یقین ہے اور ان کی نظروں میں اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ جو لوگ ان سپاہیوں کو شہر سے باہر نکلتے ہوئے دیکھتے بغیر اس کے کہ ان کی شکلیں پہچانتے ہوں اور بغیر اس کے کہ ان کے نام سے واقف ہوں بے اختیار ہو کر دعائیں دینے لگ جاتے آنکھیں پر نم ہو جاتیں اور دھڑکتے ہوئے دلوں سے کہتے خدایا ہمارے ان بھائیوں کی حفاظت کیجیو اور ظفر اور کامیابی کے ساتھ واپس لائیو۔

مسلم ماؤں کے جذبات

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کسی سپاہی کی ماں اپنے مکان کا دروازہ کھولے اس انتظار میں کھڑی ہوتی کہ اپنے بچے کی جو زبردست دشمن کے مقابلے کیلئے جا رہا ہے ایک بار پھر شکل دیکھ لے کہ نہ معلوم پھر اس کی شکل دیکھنی نصیب ہو کہ نہ ہو لیکن باوجود اس خطرے کے کہ اس کا بچہ موت کے منہ میں جا رہا ہے اس کے چہرے سے عزم اور استقلال کے آثار ظاہر ہوتے تھے اور چہرے کے ہر ہر شکن سے ظاہر ہوتا تھا کہ اسے اس امر کا اتنا فکر نہیں کہ اس کا بچہ میدان جنگ سے واپس آئے گا یا نہیں جس قدر کہ اس امر کا کہ وہ اپنا فرض منصبی ادا کرے گا یا نہیں اور اپنے پیدا کرنے والے مہربان آقا کے دین کی حفاظت میں اپنی جان سے بے پرواہ ہو کر دشمن کا مقابلہ کرے گا کہ نہیں۔

کبھی کبھی ایسا بھی دیکھا جاتا تھا کہ کوئی ماں اپنے بچے کو دیکھ کر بے اختیار ہو جاتی اور شدت گریہ سے اس کی آواز نہ نکلتی۔ لوگ اسے تسلی دینے کیلئے بڑھتے اور سمجھتے کہ یہ عورت بے صبری دکھا رہی ہے اور اپنے بچے کی جان کا خطرے میں پڑنا برداشت نہیں کر سکتی لیکن اتنے میں وہ عورت اپنے جذبات پر قدرے قابو پا لیتی اور اپنے بچے کو گلے لگاتی اور کانپتی ہوئی آواز میں کہتی بیٹا تیرے باپ دادوں نے کفر میں کبھی پیٹھ نہیں دکھائی اور تیری ماں نے تیری اچھی پرورش میں کوئی کسر نہیں رکھی خود جاگی اور تجھے سلایا۔ خود بھوکی رہی اور تجھے کھلایا۔ خود سردی میں ٹھٹھری اور تجھے پہنایا۔ غرض ہر طرح سے تجھے مضبوط اور توانا بنانے کی کوشش کی اور تجھے آرام پہنچانے کا فکر کیا۔ آج تیرا امتحان ہے اپنے ایمان کو داغ نہ لگائیو اور اپنے اخلاق کی پردہ پوشی نہ کیجیو۔ اب اس وقت کہ تیری ماں بڑھیا ہو چکی ہے اور اس کی تمام طاقتیں کمزور ہو چکی ہیں اور اس کے بال سفید ہو چکے ہیں اس کو دنیا کی نظر میں ذلیل نہ ہونے دیجیو اور اس کے سفید بالوں کو بے آبرو نہ ہونے دیجیو۔ بیٹا اگر اپنے بھائیوں کی حفاظت اور خدا کے بندوں کی جان کے لئے تو نے اپنی جان نہ لڑادی اور شرک و کفر کے مقابلہ میں دین توحید کی مدد کے لئے تمام خطرات کی برداشت کے لئے تیار نہ ہوا تو خدا کی قسم قیامت کے دن اپنا دودھ تجھے نہ بخشوں گی اور اگر تو نے دشمن کو پیٹھ دکھائی اور فتح پا کر واپس نہ آیا اور خدا اور اس کے رسول کا حق ادا نہ کیا تو آئندہ تیری شکل دیکھنے کی روادار نہ ہونگی۔

وہ لوگ جو ان ماؤں کو تسلی دینے کے لئے آگے بڑھے ہوئے ہوتے شرم سے اپنی گردنیں نیچی کر دیتے۔ زبان پر تحسین و تعریف کے کلمات جاری ہوتے اور دل ندامت سے پر ہوتا۔ جی ہی جی میں کہتے مبارک ہیں وہ بچے جن کو ایسی مائیں ملیں۔ مبارک ہے وہ قوم جن میں ایسی ولیہ پیدا ہوئیں۔ مبارک ہے وہ رسولؐ جس نے ایسی قربان ہونے والی خادمات تیار کیں۔ ہاں مبارک ہے انسانیت جس نے ایسے اعلیٰ جذبات کے مظاہرے دکھائے۔

فدایانِ اسلام کو وصال الٰہی کی تمنا

وہ انہیں خیالات میں ہوتے کہ سپاہیوں کا دستہ گھوڑے دوڑاتا ہوا آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا اور باوجود ان رقت آمیز نظاروں کے دیکھنے کے سپاہیوں کے چہرے پھر بھی خوشی اور اشک کے جذبات کو ظاہر کر رہے ہوتے ہر شخص کی آنکھوں سے یہی معلوم ہوتا کہ گویا وہ مقصد جس کے لئے اس نے سالوں راتیں آنکھوں میں گزاریں تھیں آج پورا ہونے لگا ہے۔ وہ اس موقع کے نصیب ہونے پر ایک دوسرے کو مبارکبادیں دیتے ہوئے حمد و ثنا کے کلمات دہراتے ہوئے اپنے ان بھائیوں کی مدد کے لئے جن کو پہلے سے یہ برکت نصیب تھی دوڑے جاتے ان کے دلوں سے وطن گھر بار عزیز و اقارب سب کی یاد محو ہو جاتی صرف ایک ہی نقش تھا جو گہرا اور روشن ہوتا چلا جاتا اور وہ وصال الٰہی کی تمنا کا نقش تھا۔

فاتح بہادروں کی واپسی

ان نظاروں کے ساتھ ساتھ بالکل ان سے مختلف نظارے بھی نظر آتے شہر کی بعض دوسری گلیوں میں سوار شہر میں داخل ہوتے ہوئے نظر آتے جن کے گھوڑے یا اونٹ پسینہ سے شرابور ہوتے۔ سوار اور سواری دونوں کا سانس پھولا ہوا ہوتا اور وہ گرد و غبار سے اس طرح اٹے ہوئے ہوتے کہ معلوم ہوتا ابھی کسی گرد و غبار کے میدان سے نکل کر آئے ہیں۔ ان لوگوں کے دیکھتے ہی شہر کے بڑے چھوٹے شہر سے باہر نکل پڑتے اور ہر ایک کی زبان سے کیا خبر لائے ہو کی آواز نکل رہی ہوتی اور سوار جو تعبِ سفر سے پہلے ہی تھک کر چور ہوتے تھے جلدی جلدی ہانپتے ہوئے اس قسم کے فقرے کہتے چلے جاتے۔ الحمدللہ

زبردست کامیابی ہوئی فلاں میدان مارا فلاں قلعہ فتح کیا فلاں فوج کو شکست دی فلاں جگہ کا خزانہ لشکر کے ہاتھ آیا اور ابھی چند دن میں شہر میں قافلے کے ساتھ پہنچ جائے گا۔ لوگ شکر و ایمان کے سجدے کرتے اور حمد و ثنا کے گیت گاتے ہوئے جامع مسجد کی طرف دوڑتے چلے جاتے۔ اگر اس ملک کا سردار خود بھی ہانپتا ہوا کسی گلی یا کوچے میں اس خبر رساں سے نہ مل چکا ہوتا تو سب کے سب مل کر جامع مسجد پہنچتے اور وہاں سردار قوم کے سامنے تمام حالات پھر سے تفصیل کے ساتھ بیان کئے جاتے۔

مال غنیمت کی تقسیم

جب خزانوں کا قافلہ پہنچتا تو کچھ تو سرعام مستحقین اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ باقی ضرورت کے مطابق خزانہ میں رکھا جاتا۔ ملکوں کی دولت جو صدیوں سے جمع چلی آتی تھی نہ معلوم کس طرح کھنچتی کھنچاتی ان لوگوں کے قدموں میں آ پڑتی تھی جو عجوبہ روزگار چیزیں تقسیم ہو کر قیصر و کسریٰ کے حصے میں آئی تھیں وہ اس شہر کے فقیروں کے گھر ایک جا نظر آتی تھیں۔

فتح و ظفر کے موقع پر پرنم آنکھیں

جس وقت فتح و ظفر کی خوشیوں کے درمیان اموال تقسیم ہوتے تو کچھ لوگ جن کے چہروں سے اپنے بھائیوں کی نسبت زیادہ نور ٹپک رہا ہوتا تھا چشم پرنم ہو جاتے اور جب مال کا ایک کثیر حصہ جو بعض دفعہ ہزاروں اشرفیوں پر مشتمل ہوتا ان کی خدمات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے سامنے پیش کیا جاتا تو بجائے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہونے کے شدت گریہ سے ان کی آوازیں رک رک جاتیں اور بمشکل صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ کے الفاظ ان کی زبان سے جاری ہوتے دور دراز سے آئے ہوئے کئی نوجوان اس بات کو دیکھ کر حیران رہ جاتے اور شہر کے نوجوان دوستوں کی طرف دیکھ کر کہتے کہ ان بڈھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ خوشی کے موقع پر روتے ہیں لیکن شہر کے نوجوان عجیب ادب و احترام سے اپنی شہادت کی انگلی ہونٹوں پر رکھ لیتے اور کہتے کہ خاموش یہ آقا کے ساتھی ہیں ان کی آنکھوں نے وہ کچھ دیکھا ہے جس کے لئے دنیا ترس رہی ہے ان کی نظروں میں دنیا کی سب سے قیمتی چیز اپنے محبوب کی دیرینہ صحبتیں ہیں۔

صحبت دیرینہ کی یاد

ایک دن تھا کہ ہمارا آقا تن تنہا بے یار و مددگار بے مونس و غمگسار اس زبردست صداقت کو لے کر جو دنیا کی نجات کے لئے خدائے کون و مکاں نے بھیجی تھی لوگوں کے سامنے آیا اس کے عزیزوں نے اسے دھتکار دیا اس کے قریبیوں نے اسے گالیاں دیں اس کے دوستوں نے اسے مارا اور اس کے شہر والوں نے اسے قتل کرنے کی کوشش کی اور اس کے ملک نے حقارت سے اس کی طرف سے منہ موڑ لیا۔ اس وقت یہ لوگ ایک ایک دو دو کر کے اس کی قربانیوں سے متاثر ہوئے اور اس کی لائی ہوئی صداقت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے ساتھ آکر شریک ہو گئے۔ اس دولت کے لئے نہیں جس میں آج تم شریک ہوئے ہو بلکہ ان گالیوں کے لئے ان پتھروں کے لئے ان تلوار کی دھاروں کے لئے ان نیزوں کی نوکوں کے لئے جن کا نشانہ اس زمانے میں ہمارے آقا اور اس کے ساتھیوں کو بنایا جاتا تھا۔ اس وقت ان کی داڑھیاں نوچی جاتیں۔ دوپہر کے وقت جلتی ریت پر گھسیٹا جاتا یہاں تک کہ جسم پر داغ پڑ جاتے نوک دار پتھروں پر گھسیٹ کر جسم کو لہولہان کر دیا جاتا۔ کتے پیچھے ڈال کر زخمی کرایا جاتا۔ اس زمانے کے بچوں کی ایک نئی کھیل یہ ہو گئی تھی کہ وہ ان پر سنگ باری کرتے اور ان کے تڑپنے اور تلملانے کا تماشا دیکھتے۔ جب کوئی ستم زدہ مظلوم اپنے لہولہان جسم کو بوسیدہ کپڑوں سے چھپاتا ہوا صحبت یار کی کشش سے متاثر ہو کر در محبوب پر پہنچ جاتا اور تازہ تازہ خون کے قطرے اس کی حالت کی ترجمانی کر دیتے تو ہمارا آقا بیتاب ہو جاتا لیکن دل کو قابو میں لائے اور محبت بھری نگاہ ڈالتے ہوئے کہتا اے بھائی ان مصیبتوں پر صبر کرو خدا تعالیٰ کی نظروں سے تمہاری قربانیاں اوجھل نہیں وہ دن آتا ہے جب تم شاہی تختوں پر بیٹھو گے قوموں کی گردنیں تمہارے ہاتھ میں دی جائیں گی اور حکومتوں کے خزانے تمہارے لئے کھول دئے جائیں گے۔ وہ ریت پر گھسیٹے جانے والے اور اونٹوں سے باندھ کر مارے جانے والے ان باتوں کو سنتے۔ ایمان کو اپنے دل میں جگہ دیتے اور حیرت واستعجاب کے سمندر میں غرق ہو جاتے۔ اب جو یہ ان باتوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اپنے آقا کی ہمدردانہ باتیں انہیں یاد آتی ہیں تو ان کے دل اس صحبت دیرینہ کو یاد کر کے درد و رقت سے بھر جاتے ہیں اور یہ مال جہاں تم کو مال کی حیثیت سے خوش کرتا ہے انہیں اپنے آقا کی باتیں یاد دلا کر رلاتا ہے اور جدائی کے زخموں کو ہرا کرتا ہے۔

صحبت دیرینہ کی ایک گھڑی

نوار داور نوواقف ان باتوں کو سنتے اور آب دیدہ ہو جاتے۔ ادب واحترام کے ساتھ ان بزرگوں کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے اور اس حسرت و غم کے ساتھ پیچھے ہٹ جاتے کہ کاش دنیا کا مال و متاع ہم سے لے لیا جاتا اور اس صحبت دیرینہ کی ایک گھڑی ہمیں بھی میسر ہو جاتی۔

ایک نیک سیرت خاتون کے حالات زندگی

اس زمانہ میں اسی شہر کی ایک گلی میں جامع مسجد کے پاس ایک چھوٹا سا مکان تھا۔ اس میں ایک نیک سیرت خاتون رہتی تھیں۔ عمر کوئی تیس سال کی تھی۔ کوئی تیرہ سال کی تھیں جب ان کی شادی ہوئی اور جن سے شادی ہوئی ان کی عمر کوئی ترپن سال کی تھی۔ ان کی کئی اور بیویاں بھی تھیں اور اس وجہ سے ایک بیوی نے اپنی باری چھوڑ دی تھی کہ ان کی باری چوتھے پانچویں دن آتی تھی۔ گھر کی آسائش کا یہ حال تھا کہ خود کہتی ہیں بعض دفعہ گھر میں دو دو مہینے آگ نہیں جلتی تھی۔ بعض امیر ہمسائے کھانا بھیج دیا کرتے تھے یا اونٹنیوں کا دودھ آجایا کرتا تھا۔ اسی پر ان کی گزران ہوتی تھی۔ ایک دفعہ ان کے والد نے بکرے کی بھنی ہوئی ران بھیجی۔ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ میں پکڑتی اور میرے میاں اندھیرے میں ایک بوٹی کاٹ لیتے اور ایک دفعہ وہ پکڑتے اور میں ایک بوٹی کاٹ لیتی۔ کسی نے کہا تمہیں اندھیرے میں بوٹی کھانے کا کیا شوق تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارے پاس تیل ہوتا تو ہم دیا نہ جلاتے قریباً تیس سال کی عمر میں بیوہ ہو گئیں عام طور پر جو

چھوٹی عمر کی لڑکیاں جب بڑی عمر کے مردوں سے بیاہی جاتی ہیں تو ساری عمر شکوہ و شکایت میں گزار دیتی ہیں لیکن یہاں تو یہ زائد باتیں بھی تھیں کہ اور دوسری بیویاں بھی موجود تھیں اور عیش و تنعم کا بھی کوئی سامان موجود نہ تھا جو دل بہلانے کا موجب ہوتا۔ مگر نہ معلوم اس بزرگ ہستی میں جن سے ان کی شادی ہوئی تھی کیا کشش تھی کہ ہر لمحہ جوان کی صحبت میں گزرتا ان کے دل کو روشن تر کر دیتا اور خاوند کی محبت کے جذبات پہلے سے بھی زیادہ ترقی پا جاتے۔

خاوند کی وفات کے بعد کے حالات

خاوند کی وفات کے بعد کچھ ایسے سامان پیدا ہوئے کہ دولت و آسائش کے دروازے کھل گئے۔ تنگی و ترشی کا زمانہ یکسر مٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسا علم دیا تھا کہ رات دن علم حاصل کرنے والوں کا تانتا بندھا رہتا۔ گھر میں عورتیں بھری رہتیں اور دروازے پر مردوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے رہتے۔ ایک سوال کرنے والا ہوتا تو دس اس کے ساتھی فائدہ اٹھانے کے لئے اس کے ساتھ چل پڑتے۔ وہ مسائل جن کے حل کرنے سے بڑے بڑے عالم عاجز رہ جاتے وہ انہیں نہایت سادگی سے حل کر دیتیں۔

جب فتح و کامیابی کے بعد جب مسجد میں مستحقین اور حاجتمندوں کو روپیہ تقسیم کیا جاتا تو سب سے پہلے ان کے لئے ایک حصہ وافر الگ کیا جاتا۔ سردار قوم یہ کہتے ہوئے کہ چلو اپنے آقا کی محبوب بیوی کے سامنے یہ ہدیہ پیش کریں۔ وہ رقم لے کر دروازے پر آتے یہ اس سے کیا سلوک کرتیں وہ ہم ایک عینی شاہد کی زبان سے بیان کرتے ہیں۔ اس شہر پر ایک دن ایسی خوشی کا آیا فتح و ظفر کی خوشخبریوں نے دلوں میں وہ ولولے پیدا کر دیئے کہ اللہ اکبر کے نعروں نے شہر کے در و دیوار ہلا دیئے۔ فتح و ظفر کے نشان یعنی مال و دولت میں سے ایک لاکھ روپیہ ان کی خدمت میں بھیجا گیا۔ اس روپیہ کو انہوں نے دیکھا اللہ تعالیٰ کے فضل کا شکریہ ادا کیا اور اظہار شکر کے طور پر اس روپیہ کو تقسیم کرنا شروع کیا تقسیم کرتی گئیں اور کرتی گئیں یہاں تک کہ اس میں سے ایک پیسہ بھی باقی نہ رہا۔ کسی نے کہا کہ بی بی اگر ایک چونی رکھ لیتیں تو شام کے لئے گوشت آجاتا فرمایا ہیں! تم نے وقت پر یاد کیوں نہ کرایا۔

خوشیوں کا دن

وہ دن شہر کے لئے خوشیوں کا دن تھا۔ ہر گھر میں کامیابی کی خوشی میں گھی کے چراغ جل رہے تھے روپیہ اس قدر تقسیم ہوا تھا کہ غریب بھی مالدار ہو گئے تھے۔ آج اس شہر میں عید تھی۔ حقیقی عید! جس میں دل مطمئن اور جسم آسودہ ہوتے ہیں۔ غمگین و افسردہ دل لوگ حیران تھے کہ آج ہماری پریشانی اور افسردگی کہاں گئی۔ بیمار اپنی بیماریاں بھول بھال کر بستر چھوڑ کر اٹھ بیٹھے تھے۔ چھوٹے بچے خوشی کی خاطر گلیوں میں ناچ رہے تھے۔ اپنے بچوں اور خاوندوں کی یاد میں پریشانی کی گھڑیاں گزارنے والی مائیں اور بیویاں ان کی سلامتی اور فتح کی خبریں سن کر اطمینان کے سانس لے رہی تھیں اور مارے خوشی کے جھوم رہی تھیں۔ ہر خاندان کے بوڑھے مجالس میں بیٹھے اپنے نوجوانوں کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ غرض اس دن شہر بھر میں عید تھی۔ ہر جگہ سے خوشی و شادمانی کے ترانے اٹھ اٹھ کر اپنے ہمسایوں کے دلوں میں خوشی کی ایک نئی لہر پیدا کر دیتے تھے۔

میدے کی نرم روٹی حلق میں اٹک گئی

اس وقت میدے کے گرم گرم اور نرم نرم پھلکے ان مبارک خاتون کے سامنے لائے گئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے ایک لقمہ توڑا اور بسم اللہ کہتے ہوئے اپنے منہ میں رکھ لیا۔ نہ معلوم اس نرم نرم لقمہ میں کیا تاثیر تھی کہ وہ ان کے گلے میں کانٹوں کی طرح پھنس گیا۔ ان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا وہ سارا دن ہشاش بشاش چہرہ کے ساتھ ہزاروں عورتوں اور مردوں کو درس دینے والی خاتون، وہ لاکھ روپیہ تقسیم کر کے شادان و فرحان اٹھنے والی خاتون اس وقت کے جذبات سے کچھ ایسی متاثر

ہوئیں کہ گرم گرم آنسوان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرنے لگے۔

خوشیوں کے گیتوں میں غم کا ترانہ

دیکھنے والیاں حیران رہ گئیں کہ ان خوشیوں کے گیتوں میں یہ غم کا ترانہ کیسا۔ ان شادمانی کے نعروں میں گرم آنسوؤں کے معنے کیا۔ کسی نے حیرت سے پوچھا کہ خیر تو ہے کیسی عمدہ نرم نرم روٹی ہے اور آپ کے گلے میں پھنس رہی ہے اور بجائے خوش ہونے کے آپ رو رہی ہیں۔ انہوں نے ایک آہ کھینچی اور کہا میرے گلے میں روٹی اپنی خشکی کی وجہ سے نہیں پھنسی۔ بلکہ اپنی نرمی کے باعث، رنج کے جذبات نے مجھے رنجیدہ نہیں کیا۔ بلکہ خوشی کی گھڑیوں نے مجھے افسردہ بنا دیا ہے۔ ایک دن تھا کہ میرا سرتاج ہمارا آقا ہمارے اندر موجود تھا۔ اسی کے طفیل اور اسی کی برکت سے آج ہمیں یہ کامیابیاں، یہ خوشیاں، یہ عیش میسر ہیں لیکن خود اس کا یہ حال تھا کہ مدتوں گھر میں آگ نہیں جلتی تھی اور اگر روٹی پکتی بھی تو اس طرح کہ ہم غلہ سل بٹہ پر پیس لیا کرتے تھے اور پھونکوں سے اس کے چھلکے اڑا کر اس کی روٹی پکا لیا کرتے تھے۔ اے بہن یہ روٹی اس لئے میرے گلے میں نہیں پھنستی کہ یہ خشک ہے بلکہ اس لئے کہ یہ نرم ہے۔ ہاں اس لئے کہ یہ نعمتیں جس کے طفیل ہمیں میسر ہوئی ہیں وہ آج ہم میں نہیں کہ ہم یہ نعمتیں اس کے سامنے پیش کرتے اور یہ دولتیں اس کے قدموں پر نثار کر دیتے۔ یہ بات سن کر مجلس میں ایک خاموشی طاری ہو گئی۔ خوشیوں کے نعرے پھر بھی لگ رہے تھے۔ تکبیریں پھر بھی بلند ہو رہی تھیں۔ بچے اب بھی ناچ رہے تھے۔ لڑکیاں اب بھی گا رہی تھیں۔ مائیں اور بیویاں اب بھی خوشی سے جھوم رہی تھیں۔ بوڑھے اپنے نوجوانوں کے کارناموں پر اب بھی فخر کر رہے تھے لیکن یوں معلوم ہوتا تھا کہ خوشی کے پھل کا چھلکا تو قائم ہے لیکن اس کا بیج کھایا گیا ہے۔ شہر کی دیواریں مسرت سے جھومتی ہوئی بلکہ حسرت سے تھراتی ہوئی نظر آتی تھیں۔

سیدہ عائشہؓ کے آنسو

آہ سیدہ عائشہؓ کے دل کی گہرائیوں سے نکلتے ہوئے آنسوؤں نے شہر اور اس کی مسرتوں کے درمیان ایک عظیم الشان سمندر حائل کر دیا۔ مال و دولت، فتح، کامیابی سب کچھ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گیا تھا اور میرے محمد صلعم کا چہرہ سورج کی طرح بلند ہو کر آنکھوں کے سامنے آ کھڑا ہوا اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ وہ کون ہے جو میرے محمد صلعم کی گھڑیوں کے یاد کرنے کے بعد بھی دنیا کی لذتوں اور اس کی مسرتوں میں کوئی لذت یا کوئی سرور پا سکے۔ مبارک ہے وہ ذات جس کی محبت سب دنیوی چیزوں کی محبت پر فوقیت لے گئی۔ پھر مبارک ہے وہ جس کے دل میں اس کی محبت گھر کر گئی۔ کیونکہ اس نے محمد صلعم میں ہو کر اپنے پیدا کرنے والے خدا کو پا لیا اور اس فانی دنیا سے منہ موڑ کر غیر فانی دنیا میں اپنا گھر بنا لیا۔ اللھم صل علے محمد وعلے آل محمد وبارک وسلم انک حمید مجید

تعارف کتب

ماہ اکتوبر اور نومبر میں کتاب "تذکرۃ الشہادتین" مطالعہ کے لئے مقرر ہے۔ اس ماہ تعارف کتب شامل اشاعت نہیں ہے انشاء اللہ آئندہ ماہ شائع کیا جائے گا۔ مدیر "خالد"

اظہار تشکر

مندرجہ ذیل احباب نے خاکسار کے ساتھ رسالہ خالد کے لئے ہر ممکن تعاون کیا۔ خاکسار ان کے تعاون پر تہہ دل سے ممنون ہے۔

جزاھم اللہ احسن الجزاء

۱۔ مکرم ظہیر احمد خان صاحب

۲۔ مکرم ناصر احمد طاہر صاحب

۳۔ مکرم مبشر احمد محمود صاحب

۴۔ مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب

(مدیر "خالد")

تیسری آخری قسط

مبارک وہ جو اب ایمان لایا

(تسلسل کے لئے دیکھیں خالد / مئی، جون ۹۰)

مالی قربانی:-

مالی قربانی میں بھی جماعت احمدیہ نے عظیم الشان نظارے دکھائے ہیں۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب نے حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں لکھا "میں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیرو مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا"۔ (فتح اسلام صفحہ ۶۲)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مولوی نورالدین صاحب نوراللہ مرقدہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

"کثرت مال کے ساتھ کچھ قدر قلیل خدا کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولی میں اٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں سے کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں دیکھی۔۔۔۔۔ جس قدر ان کے مال سے مجھ کو مدد پہنچی ہے اس کی نظیر اب تک کوئی میرے پاس نہیں"۔ (نشان آسمانی صفحہ ۴۷)

حضور کے ایک رفیق بابو فقیر علی صاحب امرتسر میں تھے کہ حضور کی طرف سے چندہ لینے والے پہنچ گئے۔ آپ کے پاس اس وقت ٹین میں صرف آدھ سیر کے قریب آٹا تھا۔ آپ نے وہی پیش کر دیا اور اس رات آپ اور آپ کے اہل و عیال بھوکے سوئے۔ (الفضل ۱۸ جنوری ۱۹۷۷ء)

تحریک شدھی کے خلاف مالی تحریک میں حصہ لینے کے لئے ابتدائی شرط یہ تھی کہ کم از کم ایک سو روپیہ چندہ دینے والے لوگ آئیں مگر بعد میں غریب احمدیوں کی بار بار درخواست پر حضور نے یہ شرط اڑا دی اور ان کو بھی اس ثواب میں حصہ لینے کا موقع مل گیا۔ (الفضل ۲۱ اگست ۱۹۲۳ء)

ایک مالی تحریک میں ایک بیوہ عورت جو کئی یتیم بچوں کو پال رہی تھی اور زیور اور مال میں سے کچھ بھی پیش کرنے کے لئے موجود نہ تھا۔ اپنے استعمال کے برتن ہی چندہ میں دے دئے۔ (تاریخ احمدیت جلد نمبر ۵ صفحہ ۳۷۷)

ایک بچے نے امام وقت کی خدمت میں لکھا۔ میں سکول کا طالب علم ہوں۔ میری والدہ بیوہ ہے اور دو گھروں میں کام کر کے اسے نوے روپے ملتے ہیں۔ میرے پاس کاپی کاغذ کے لئے پانچ روپے ہیں جو میں بیوت الحمد فنڈ میں پیش کرتا ہوں۔ (الفضل ۸ جنوری ۸۴ء)

دعوت الی اللہ

حضرت مصلح موعود نے ایک بار خطبہ جمعہ میں دعوت الی اللہ کی تحریک کی تو ضلع سرگودھا کا ایک نوجوان بغیر پاسپورٹ کے ہی افغانستان جا پہنچا اور وہاں پیغام حق پہنچانا شروع کر دیا۔ حکومت نے اسے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا تو وہاں کے قیدیوں اور افسروں کو بھی دین حق کا پیغام دینا شروع کر دیا اور وہاں کے احمدیوں سے بھی وہیں واقفیت بہم پہنچالی اور بعض لوگوں پر اثر ڈال لیا۔ آخر افسروں نے رپورٹ کی کہ یہ تو قید خانے میں بھی اثر پیدا کر رہا ہے۔ علماء نے قتل کا فتویٰ دیا۔ مگر وزیر نے کہا کہ یہ انگریزی رعایا ہے۔ اسے ہم قتل نہیں کر سکتے۔ آخر حکومت نے اسے اپنی حفاظت میں ہندوستان پہنچا دیا۔ کئی ماہ بعد وہ واپس آیا تو حضور نے اسے فرمایا کہ تم نے غلطی کی اور بہت ممالک تھے جہاں تم جا سکتے تھے اور وہاں گرفتاری کے بغیر دعوت الی اللہ کر سکتے تھے تو وہ فوراً بول اٹھا کہ آپ کوئی ملک بتا دیں۔ میں وہاں چلا جاؤں گا۔ (الفضل ۳ دسمبر ۳۵ء)

جھنڈے کی حفاظت

لاہور کے خدام ایک جلسہ میں شمولیت کے لئے ریل کے ذریعے قادیان آ رہے تھے اور ان کے پاس خدام الاحمدیہ کا جھنڈا بھی تھا۔ ریل تیزی سے سفر کر رہی تھی کہ ایک لڑکے سے جس کے پاس خدام الاحمدیہ کا جھنڈا تھا ایک دوسرے خادم نے جھنڈا مانگا۔ لڑکے نے خادم کو جھنڈا دے دیا اور سمجھ لیا کہ اس نے جھنڈا پکڑ لیا ہے۔ مگر واقعہ یہ تھا کہ اس نے جھنڈا ابھی نہیں پکڑا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جھنڈا ریل سے باہر جا پڑا۔ وہ لڑکا جس کے ہاتھ سے جھنڈا گرا تھا فوراً نیچے کودنے لگا مگر جس خادم نے جھنڈا

مانگا تھا اسے فوراً روک دیا اور خود نیچے چھلانگ لگادی ۔ وہ اوندھے منہ نیچے گرا مگر فوراً ہی اٹھا اور جھنڈے کو پکڑلیا اور پھر کسی دوسری سواری میں بیٹھ کر اپنے قافلہ سے آملا۔ (تاریخ احمدیت جلد نمبر۸ صفحہ ۱۷۴)

آئندہ نسلوں کو وصیت

حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی نے آنے والی نسل کو اس خدائی امانت کی حفاظت کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا۔

"جب تک یہ الٰہی امانت ہمارے پاس رہی اور جہاں تک ہم سے ہوسکا ہم نے خدمت کی۔ اب حکمت الٰہیہ کے ماتحت یہ امانت آپ کے سپرد ہے۔ اس کا حق ادا کرنا آپ لوگوں کے ذمہ ہے۔ پس دیکھنا اسے اپنے سے عزیز رکھنا اور کسی قربانی سے دریغ نہ کرنا"۔ (رفقائے احمد جلد نمبر۹ صفحہ ۲۷۹)

مکرم شیخ فضل حق نے احمدیت قبول کرنے کے بعد بہت سختیاں جھیلیں تھیں۔ وہ اپنی اولاد کو کوئی ناواجب کام کرتے دیکھتے تو فرماتے بچو! میں نے اپنی احمدیت کو بڑی مشکل سے پروان چڑھایا ہے۔ اسے داغدار نہ کرنا۔ (الفضل ۳ اپریل ۱۹۸۹ء)

ایثار

۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے وقت لاکھوں مہاجر لٹے پٹے قافلوں میں پاکستان کا رخ کئے ہوئے تھے اور مسلمان عورتوں کی عزت و حرمت کے ساتھ ظلم کی ہولی کھیلی جارہی تھی اس وقت احمدیہ جماعت کا مرکز قادیان جو خود بھی دشمنوں کے نرغہ میں تھا دور دور مسلمان دیہات کی پناہ گاہ بن چکا تھا۔ اس چھوٹی سی بستی نے ۷۵ ہزار بے خانماؤں کو سہارا مہیا کیا اور کسی ایک کو بھی بھوکا نہیں مرنے دیا۔ حضرت مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ نے ان ننگے جسموں کو ڈھانپنے کے لئے سب سے پہلے اپنی بیگم صاحبہ کے تمام کپڑے تقسیم کئے اور پھر گھر کے دیگر افراد کے بکس کھولے اور تمام کپڑے غرباء میں بانٹ دیئے۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۸۵-۳-۱۔ جلسہ سالانہ کی دعائیں صفحہ ۸۹)

سخت سردی کا موسم تھا۔ ضلع امرتسر کے احمدی نور محمد صاحب کے پاس نہ کوٹ تھا نہ کمبل۔ صرف اوپر نیچے دو قمیضیں پہن رکھی تھیں کہ گاڑی میں ایک معذور بوڑھا ننگے بدن کانپتا ہوا نظر آیا۔ اسی وقت اپنی ایک قمیض اتار کر اسے پہنادی ۔ ایک سکھ دوست بھی ساتھ سفر کر رہا تھا وہ یہ دیکھ کر کہنے لگا "بھائیا جی ہن تھاڈاتے بیڑا پار ہو جائیگا۔ آپاں دا پتہ نئیں کی بنے"؟ چند دن بعد وہ احمدی ایک گرم کمبل خرید کر اسے اوڑھ کر حسب معمول احمدیہ بیت الذکر مغلپورہ میں نماز فجر کے لئے داخل ہوئے تو دیکھا کہ فتح دین نامی ایک شخص جو کسی وقت بہت امیر تھا۔ بیماری اور افلاس کا مارا سردی سے کانپ رہا ہے۔ نور محمد صاحب نے اسی وقت وہ نیا کمبل اسے اوڑھا دیا۔ (یاد رس صفحہ ۲۸۷)

صلح جوئی

حضرت میر ناصر نواب صاحب بہت ہی نیک دل اور پاکیزہ طبیعت رکھتے تھے۔ اگر کسی سے ناراض ہوتے تو اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ساری عمر اب اس سے آپ کا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ مگر آپ کی عادت میں یہ امر داخل تھا کہ تین دن سے زیادہ غصہ کبھی نہیں رکھتے تھے۔ خود پہلے جا کر سلام کہتے اور معذرت کرتے تھے۔ (حیات ناصر صفحہ ۲۲)

ایک دفعہ الہ دین صاحب فلاسفر نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے ساتھ کچھ گستاخی کی۔ جس پر حضرت مولوی صاحب کو غصہ آگیا انہوں نے فلاسفر صاحب کو تھپڑ ماردیا۔ جس پر فلاسفر صاحب نے بلند آواز سے بازار میں رونا اور چلانا شروع کر دیا۔ یہ آواز اندرون خانہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو پہنچی تو حضور بہت ناراض ہوئے۔ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اس طرح کسی کو مارنا بہت ناپسندیدہ فعل ہے۔ حضور کی پرسوز تقریر سے مولوی عبدالکریم صاحب رو پڑے۔ حضور سے معافی مانگی اور فلاسفر صاحب سے بھی معافی مانگ کر انہیں راضی کیا اور دودھ وغیرہ پلایا۔ (الفضل ۲۹ ستمبر ۸۴ء)

جانوروں پر شفقت

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے رفیق حضرت حافظ معین الدین صاحب بینائی سے محروم تھے۔ وہ سرما کی ایک سرد رات میں

جب کہ بارش کی وجہ سے قادیان کی کچی گلیوں میں سخت کیچڑ تھا۔ افتاں و خیزاں کہیں جا رہے تھے ایک دوست نے پوچھا تو فرمایا بھائی یہاں ایک کتیا نے بچے دئے ہوئے ہیں۔ میرے پاس روٹی پڑی تھی میں نے کہا کہ جھڑی کے دن ہیں اس کو ہی ڈال دوں۔ ("رفقائے"احمد جلد نمبر ۱۳ صفحہ ۲۹۶)

آخری بوسہ

لاہور میں جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا انتقال ہوا اس وقت حضرت مولوی نورالدین صاحب اس کمرے میں موجود نہیں تھے جس میں آپ نے وفات پائی۔ جب حضرت مولوی صاحب کو اطلاع ہوئی تو آپ آئے اور حضرت صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا اور پھر جلد ہی اس کمرے سے باہر احباب میں تشریف لے گئے۔ (سیرت المہدی جلد نمبر ا صفحہ ۱۱)

الغرض جماعت احمدیہ نے زمانی اور مکانی فاصلے مٹا کر ان صدیوں پرانے بلند معیار اور اخلاق کو نئی زندگی دی ہے جن کے متعلق مخالفین کہا کرتے تھے کہ یہ تو قصے اور کہانیاں ہیں اور جماعت احمدیہ سے تعلق نہ رکھنے والے مفکرین اس انقلاب کے معترف ہیں۔ آخر پر دو شہادتیں درج کر کے اس مضمون کو تشنہ چھوڑتا ہوں۔

عالم اسلام کے مشہور مفکر اور شاعر علامہ اقبال کہتے ہیں۔

"پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں"۔

(قومی زندگی اور ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر)

علامہ نیاز فتح پوری نے لکھا۔

"اس میں کلام نہیں کہ انہوں نے یقیناً اخلاق اسلامی کو دوبارہ زندہ کیا اور ایک ایسی جماعت پیدا کرکے دکھادی جس کی زندگی کو ہم یقیناً اسوہ نبی کا پر تو کہہ سکتے ہیں"۔

(ملاحظات نیاز فتح پوری صفحہ ۲۹)

(مکرم عبدالسمیع خان صاحب)

آپکی پسند۔۔۔۔

آپکے لئے

معزز قارئین! ماہ نومبر سے رسالہ خالد میں دو صفحات صرف اور صرف آپ کے لئے مخصوص کئے جا رہے ہیں جس میں آپ کی اپنی پسند کے اشعار، اقتباسات، اقوال زریں، وغیرہ شائع کئے جائیں گے۔(انشاء اللہ)

آپ اپنی پسند کی کوئی بھی چیز صاف اور خوشخط لکھ کر ہمیں بھجوائیں یاد رہے کہ اقتباس وغیرہ کا حوالہ ضرور لکھیں اور شعر میں شاعر کا نام بھی۔ بغیر حوالہ کے تحریر شائع نہیں ہو گی۔(شکریہ)

آپ اپنی تحریریں اس پتہ پر ارسال فرمائیں

دفتر ماہنامہ "خالد" دارالصدر جنوبی۔ ربوہ۔ پوسٹ کوڈ 35460

نعت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

احمدِ مجتبیٰ خاتم الانبیاء رحمت العالمین سرورِ دو جہاں
وجہِ تخلیقِ ارض و سما مصطفیٰ باعثِ رونقِ بزمِ کون و مکاں

وہ ہے شمس الضحیٰ وہ ہے بدرالدجیٰ وہ ہے صدرالعلیٰ وہ ہے کہف الوریٰ
سدرۃ المنتہیٰ اس کے زیرِ قدم وہ ہے خیرالبشر فخرِ قدوسیاں

کس کے امکان میں ہے بجز کبریا حق ادا کر سکے اس کی توصیف کا
وہ ہے مخلوق کا نقطۂ انتہا اس کی خاطر بنے ہیں زمین و زماں

اس سے توحید کی پھیلی ہر سُو ضیاء معجزہ اس کو شق القمر کا ملا
اس سے قائم ہے انسانیت کا بھرم وہ ہے فخرِ رسلؐ سیدِ انس و جاں

وہ جو موسیٰؑ کے اسراء میں تھا راہبر ابنِ مریمؑ نے دی جس کی روشن خبر
کوہِ فاران پر وہ ہوا جلوہ گر بن کے اک ابرِ رحمت برائے جہاں

وہ جوابِ دعائے ابوالانبیاء وہ مثیلِ کلیم و عطائے خدا
اس سے بڑھ کر کسی کا نہیں مرتبہ اس کی تعریف میں سب ہیں رطب اللساں

وہ جو معراج کی شب کا تھا ماجرا جس میں محبوبِ داور بنا میہماں
اس کا ہے علم کس کو سوائے خدا یا حبیبِ خدا اس کا ہے رازداں

اس کا فیضان جاری قیامت تلک اس کے شیدائی ہیں اِنس و جان و مَلک
وہ ہے جود و عطا کا یمِ بیکراں اس کی روحانیت ہے ورائے گماں

(مکرم آفتاب احمد صاحب بسمل۔ از الفرقان جون ۷۴ء)

روس کے چھ کروڑ مسلمان

(انگریزی رسالہ THE STRAIGHT PATH بابت فروری مارچ ۱۹۹۰ء کے ایک مضمون کا ترجمہ قدرے تلخیص کے ساتھ۔۔۔۔از پروفیسر راجہ نصراللہ خان صاحب)

مسلمانوں کو نو جمہوریتوں اور خود مختار خطوں میں اکثریت حاصل ہے۔

سوویت روس کی مختلف ریاستوں میں تقریباً چھ کروڑ مسلمان بستے ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیرونی دنیا ان کے متعلق کم جانتی ہے۔ ان کے اردگرد کیمونسٹ پارٹی اور کے جی بی کا تانا بانا اتنا سخت ہے کہ عام آدمی ان کی آزادی کے تصور کو بھی بے معنی خیال کرتا ہے۔ اس کے باوجود روس سے جو تھوڑی بہت اطلاع فراہم ہوتی ہے وہ سوویت یونین میں ایک بڑی تبدیلی کا پتہ دیتی ہے اور اس کا باعث سوویت مسلمانوں کا روسی استبداد کے آگے جھکنے سے انکار، عوام کے دلوں میں مذہبی جذبات کو کچل دینے میں روس کی ناکامی اور روس میں عیسائی ریاستوں میں آزادی کی موجودہ لہر کو قرار دیا جاسکتا ہے علاوہ ازیں گورباچوف کی اصلاحات موسوم بہ "پرسیٹوریکا اور گلاسناسٹ" نے ان ریاستوں کے عوام کو یہ امید دلائی ہے کہ وہ پولینڈ کی طرح تھوڑی سی جدوجہد کر کے کیمونسٹ حکومت سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

سوویت یونین کی ریاستیں

سوویت یونین کل سولہ ریاستوں پر مشتمل ہے۔ کیمونسٹ انقلاب کے وقت ۱۹۱۷ء میں مسلمانوں کو آٹھ ریاستوں میں اکثریت حاصل تھی مسلمان ریاستوں پر اشتراکی قبضہ ایک دلدوز داستان ہے۔ شروع شروع میں کیمونسٹوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کا بھی خواہ ظاہر کیا جس کی عکاسی اس تاریخی اعلان کے الفاظ سے ہوتی ہے جس پر چار دسمبر ۱۹۱۷ء کو لینن اور سٹالن نے مشترکہ طور پر دستخط کئے تھے۔ وہ الفاظ یہ ہیں:۔

روس کے مسلمان خواہ وہ وولگا کے تاتار ہوں، کریمیا (CREMIS) کے باشندے ہوں، سائبریا یا ترکستان کے کاؤکاز (KAUKAZ) ہوں، ترک ہوں یا کاؤکاز پہاڑوں کے دوسرے باسی ہوں، ان سب کیلئے مسجدوں اور عبادت گاہوں اور مذہبی رسم ورواج کو زار روس یا دوسرے آمروں نے پامال کر دیا تھا۔ وہ یقین رکھیں کہ آج کے دن سے ان کے رسم و رواج اور انکا مذہب اور ان کے قومی اور ثقافتی ادارے آزاد ہونگے اور مستقبل میں ان چیزوں پر کوئی شخص معترض نہیں ہوگا۔ کسی قسم کی بیرونی مزاحمت اور روک ٹوک کے بغیر انہیں اپنی قومی زندگی کو منظم کرنے کی آزادی ہوگی۔

اس سے بھی بیشتر ۱۵ نومبر ۱۹۱۷ء کو لینن اور سٹالن کے دستخطوں سے جاری ہونے والے اشتراکی حکومت کے اعلانیہ میں کہا گیا:۔

سوویت روس میں موجود قومیں اپنے مستقبل کے بارے میں کسی بھی وقت کوئی سا فیصلہ کرنے کا حق رکھتی ہیں۔ انہیں یہ حق حاصل ہے کہ وہ یونین سے علیحدگی اختیار کر کے مکمل آزادی کا اعلان کر دیں۔ انہیں یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ ہر قسم کی قومی اور مذہبی پابندیوں اور تفریق سے کنارہ کشی اختیار کر لیں۔ (کیمونسٹ گورنمنٹ گزٹ ۲۴ نومبر ۱۹۱۷ء) بہر حال روسیوں کو یہ بات خوب معلوم تھی کہ مسلم ریاستیں ہی وہ واحد طاقت ہیں جو کیمیونسٹ انقلاب کیلئے خطرہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ اس چیز کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہوں نے اگلے ہی سال مسلمان ریاستوں پر چڑھائی شروع کر دی اور ان پر قبضہ جمالیا۔

ہاتھی کے دانت

اب مسلمان ریاستوں پر روسی قبضے کا مختصر حال بیان کیا جاتا ہے تاکہ ہمارے قارئین کو روسیوں کی طرف سے ڈھائے جانے والے مظالم کا کچھ اندازہ ہوسکے۔ سوویت یونین میں مسلمان اکثریت کے علاقے یہ ہیں۔

۱۔ ازبکستان ۲۔ تاجکستان ۳۔ آذربائیجان ۴۔ جارجیا اور آرمینیا ۵۔ قازاخستان ۶۔ قرغیزیا ۷۔ تاتار اور باسخر ۸۔ قافقیشیا (قاؤقاز) ۹۔ کریمیا

جمہوریہ ازبکستان

ازبکستان ایک لاکھ چھیالیس ہزار چوبیس مربع میل رقبہ پر پھیلا ہوا ہے اور اس کی آبادی ایک کروڑ ہے جس میں سے ۸۰ فیصد ازبک مسلمان ہیں۔ تاشقند اس ریاست کا دارلحکومت ہے جبکہ سمرقند اس کا دوسرا بڑا شہر ہے اس کے صوبوں میں بخارا اور فرغانہ شامل ہیں۔ اس علاقے نے حدیث اور فقہ کے متعدد عالم پیدا کئے ہیں جبکہ جید مسلمان فلاسفر، طبیب، ریاضی دان اور ہیئت دان اس کے علاوہ ہیں۔ روس کی تقریباً ۶۰ فیصد کپاس ازبکستان میں پیدا ہوتی ہے۔ بخارا اعلیٰ قسم کے غالیچوں کا مرکز ہے جبکہ کھیوا (KHEWA) بھیڑ اور بکری کی افزائش اور اون کیلئے مشہور ہے۔

ازبکستان میں اسلام کی روشنی آٹھویں صدی عیسوی میں پہنچی۔ یہ دور خلیفہ عبدالملک بن مروان کا زمانہ تھا۔ مشہور حاکم مسلمان فاتح قطیبہ بن مسلم نے نو سالہ جہاد کے بعد اس خطہ کو ۷۰۴ء میں مسلم دنیا کا حصہ بنایا۔ عربی کو یہاں کی سرکاری زبان کے طور پر اختیار کیا گیا۔ یہ سارا خطہ بارہ سو سال تک مسلمانوں کی حکمرانی میں رہا اور اس سرزمین پر بخارا، کھیوا، اوزاق اور کوہ قند کی اسلامی ریاستیں قائم ہوئیں۔ انیسویں صدی عیسوی میں روسی زار نے ازبکستان کو اپنی فرمانروائی میں شامل کر لیا۔

جب ۱۹۱۷ء میں زار "باحال زار" ہوا تو مسلمانوں نے سمرقند اور کوہ قند اور بخارا میں اپنی خود مختار ریاستیں قائم کر لیں اور یہ ریاستیں پانچ برس تک کیمیونسٹوں کے خلاف برسرپیکار رہیں۔ اپریل ۱۹۲۲ء میں سمرقند میں منعقد ہونے والی "آل ترکستان کانفرنس" نے متفقہ طور پر ترکستان کو ایک خود مختار جمہوریت قرار دیا لیکن اشتراکیوں نے ان کے حق آزادی کو تسلیم نہ کیا۔ ایم فیروز کی قیادت میں سرخ فوج نے مسلمانوں کا خون بہانا شروع کر دیا اور اسلام کے خلاف ایک باقاعدہ مہم شروع کر دی گئی۔ اس مہم کا پہلا نشانہ علماء کو بنایا گیا اور بے ضمیر لوگوں کو رشوت کے ذریعے جیتنے کی کوششیں شروع کر دی گئیں۔ جو لوگ نماز پڑھتے نظر آجاتے ان پر بھاری جرمانہ عائد کیا جاتا۔ مدارس بند کر دئے گئے اور علماء کو خوفزدہ کرنے اور باز رکھنے والی سزائیں دی گئیں۔ ترکستان میں اس وقت تقریباً سات ہزار مدرسے تھے جن میں سے اب شائد ہی کوئی دکھائی دیتا ہو۔ سوشلسٹ علماء کی ایک کھیپ تیار کی گئی اور نئی نسل کو عریاں ثقافت کی راہ پر لگا دیا گیا۔ مسلمان علاقوں میں شراب کی فراوانی کی گئی۔ عربی رسم الخط کو پہلے تو لاطینی رسم الخط اور پھر روسی زبان میں بدل دیا گیا۔ اس طرح کے ہتھکنڈوں سے مسلمانوں کو قران پاک اور حدیث شریف سے دور کر دیا گیا۔

جمہوریہ تاجکستان

تاجکستان کی سرحد افغانستان سے ملتی ہے اور اسکا کچھ حصہ افغانستان میں بھی واقع ہے چالیس لاکھ کی آبادی میں اٹھانوے فیصد مسلمان ہیں جو تاجک اور ازبک نسل سے تعلق رکھتے ہیں دوشمبہ (DOSHAMBA) اس کا صدر مقام رہا ہے جس کا روسی نام سٹالن آباد ہے۔ لینن آباد اور خورج اس کے رئیس شہر ہیں۔ آٹھویں صدی کے شروع میں اس خطہ میں اسلام کا نور ظہور ہوا اور تاجکستان کی ساری آبادی نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ افغانستان میں اسلام کا پیغام پہنچنے سے پہلے کا واقعہ ہے مصری تاریخ داں ڈاکٹر عبدالرحمن زکی کے مطابق ۱۰۴۸ء میں تاشقند اور فاراب کے دو لاکھ خاندان ایک دن میں اسلام لے آئے۔

روسیوں نے انیسویں صدی میں اس جمہوریہ پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۱۷ء میں زار کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور مسلمانوں نے ان علاقوں کا نظم و نسق سنبھال لیا۔ شروع شروع میں کیمیونسٹوں نے مسلمانوں کے خلاف کسی قسم کی عداوت کا مظاہرہ نہیں کیا لیکن جوں جوں ان کے قدم جمتے گئے انہوں نے ترکستان کے دوسرے حصوں کی طرح تاجکستان پر بھی چڑھائی کر دی۔ مساجد اور علماء کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا اور ۱۹۲۹ء میں اس کو باقاعدہ طور پر سویت یونین میں شامل کر لیا گیا۔

جمہوریہ ترک مینیا (TURKMINA)

ایک لاکھ اکہتر ہزار دو سو اکہتر مربع میل کے رقبے پر پھیلی ہوئی

اس جمہوریہ کی آبادی پچپن لاکھ ہے جن میں نوے فیصد مسلمان ہیں اس کا صدر مقام ایشیاباد (ISHABAD) ہے۔ اس کے مشہور شہر مارو (MARU) کا موجودہ نام ماری (MARI) ہے۔ یہ مسلم تہذیب کا مرکز رہا ہے۔ حضرت برید بن حسیب نے یہاں قدم رنجہ فرمایا تھا۔ دنیا کے چند مشہور محدثین بھی یہاں قیام پذیر رہے۔ ہمدانی مسجد یہاں کی تاریخی یادگار ہے جس کا نام حضرت یوسف ہمدانی کے نام پر رکھا گیا جنھوں نے بیرون جارحیت کے خلاف ترکستان کے دفاع میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ آٹھویں صدی عیسوی میں ترک مینیا مسلم دنیا کا حصہ بن گیا اور انیسویں صدی تک مسلمانوں کی یہاں پر حکومت رہی حتی کہ زار کی فوجیں اس پر حملہ آور ہوئیں۔ روسی انقلاب کے بعد ایک خود مختار ترک مینیا معرض وجود میں آیا لیکن سرخ فوج نے اس پر قبضہ کر کے اسے سویت یونین کا حصہ بنا دیا۔ یہاں کے علماء کو لیبر کیمپوں میں بھیج دیا گیا اور تنخواہ دار لوگوں کو دہریت کے پرچار پر لگا دیا گیا۔ مسلمانوں کو بالمیک (BALMEEK) کا نام دیا گیا جس سے مراد بنیاد پرست اور علاقہ پرست لوگ ہیں۔ بالمیک کا نام دینے کے بعد کسی بھی مسلمان کو موت کے گھاٹ اتارا جاسکتا تھا۔

جمہوریہ قرغیزیا (KIRGHIZIA)

یہ روسیوں کی طرف سے سابقہ ترکستان میں قائم کی جانے والی چوتھی جمہوریہ ہے۔ اس کا رقبہ پچھتر ہزار نوسو بیالیس میل ہے اور آبادی تقریباً تیس لاکھ ہے جس میں سے بانوے فیصد مسلمان ہیں۔ فارمند (FARMAND) اس کا صدر مقام ہے۔ یہاں اسلام اٹھارویں صدی میں آیا اور جلد ہی لوگوں کی اکثریت دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی۔ یہاں پر متعدد مسلمان حکومتیں قائم ہوئیں لیکن انیسویں صدی میں زار کی فوجوں نے یہاں کے مسلمانوں کو تاخت و تاراج کر دیا۔

زار کے دور حکومت کے خاتمے کے بعد مسلمانوں نے کمیونسٹوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا لیکن انہیں باہر سے امداد نہ ملی اور انجام کار وہ ہار گئے۔ مسیحی مصنفین کے مطابق ۱۹۴۰ء تک پچاس ہزار علماء اور مذہبی قائدین اشتراکی عفریت کا لقمۂ اجل بن گئے۔ روسیوں کے اندازہ کے مطابق ۱۹۴۱ء تک اشتراکیوں نے ترکستان میں ۱۴ ہزار مساجد جبراً بند کر دیں۔

قازاخستان (KAZAKHSTAN)

ترکستان میں تشکیل دی جانے والی اس پانچویں ریاست کا رقبہ دس لاکھ انسٹھ ہزار تین سو ستر مربع میل ہے اور اس کی آبادی ایک کروڑ ہے یہاں ستر فیصد مسلمان ہیں۔ روس کے اس حصہ میں اسلام کا نور آٹھویں صدی میں ہی پھیل گیا تھا۔ قازاک ترک مذہب سے وابستگی کیلئے مشہور ہیں قازاک قبیلوں نے بھی سترھویں صدی میں اسلام قبول کر لیا یہ ترکستان کی آخری بت پرست قوم تھی جو اسلام کے جھنڈے تلے آئی۔ لیکن انیسویں صدی میں جبکہ اسلام پر انحطاط کا دور تھا زار کی فوجوں نے قازاخستان پر حملے شروع کر دئے۔

قازاک ترکوں نے ۱۹۲۰ء میں اپنی آزاد جمہوریہ کی بنیاد رکھی لیکن ۱۹۳۶ء میں روس نے طاقت کے بل بوتے پر اسے اپنے علاقے میں شامل کر لیا۔ علماء کی ایک بڑی تعداد کو ملک بدر کر دیا گیا اور مسجدوں کو کلیسوں اور سکولوں کی شکل دے دی گئی۔ بعض مساجد کو تو فحاشی کے اڈوں میں تبدیل کر دیا گیا اور مسلمانوں کے حج پر جانے پر پابندی لگادی گئی۔

آذربائیجان (AZERBAIJAN)

آذربائیجان کا علاقہ روس اور ایران میں واقع ہے۔ اس کا روس میں شامل شمالی حصہ کوئی نوے ہزار کلو میٹر پر پھیلا ہوا ہے اور اس کی آبادی پچاس لاکھ ہے جن میں ۸۰ فیصد مسلمان ہیں۔ ان میں ۷۰ فیصد ترک اور ۱۰ فیصد عرب اور ایرانی ہیں اسکے مغرب میں آرمینیا ترکی اور عراق واقع ہیں۔ اس طرح ایران اور ترکی کے ذریعے یہ براہ راست مسلم دنیا سے ملا ہوا ہے۔ یہ جمہوریہ تیل سے مالا مال ہے اور ساری سویت یونین کو یہیں سے پٹرول سپلائی ہوتا ہے۔

آذربائیجان میں اسلام کا پیغام دوسری خلافت راشدہ کے دور ہی

میں پہنچ گیا تھا جبکہ اسلامی فوج حضرت بکر بن عبداللہ کی قیادت میں یہاں پہنچی۔ بہرحال یہ اسلامی دنیا کا باقاعدہ حصہ خلیفہ ہشام بن الملک کے زمانہ میں ۱۱۳ھ میں بنا۔ اس وقت تک ہزاروں عرب مسلمان آذربائیجان میں آکر بس چکے تھے انہوں نے گردوپیش میں بھی اسلام کی روشنی کو پھیلادیا۔

یہاں پر روسیوں نے سترھویں صدی میں پہلا حملہ کیا جس کے نتیجہ میں روس ایران جنگ چھڑ گئی۔ جنگ کے خاتمے پر زار کی فوج نے شمالی آذربائیجان پر قبضہ کر لیا اور اس علاقہ کے مسلمانوں پر ہر طرح کے مظالم ڈھائے نتیجتاً بیشمار مسلمان ترکی اور ایران کی طرف نقل مکانی کر گئے۔ انقلاب روس کے بعد آذربائیجان کے مسلمانوں نے ۲۸ مئی ۱۹۱۸ء کو خود مختاری کا اعلان کر دیا اور روس کی اشتراکی حکومت نے بھی ان کی آزاد ریاست کو تسلیم کر لیا۔ آذربائیجان کی پہلی پارلیمنٹ میں چوراسی مسلمان اکیس آرمینیئن اور گیارہ روسی تھے۔

لیکن فقط دو سال بعد ایک طرف سے روس کی سرخ افوج اور دوسری طرف سے آرمینیئن فوجیں آذربائیجان پر حملہ آور ہوئیں اور ۱۷ اگست ۱۹۳۹ء کو یہ مسلم ریاست روس کے پنجہ استبداد میں چلی گئی اس طرح آذربائیجان کے تیل کے ذخیروں پر قبضہ جمانے کا روسی خواب شرمندہ تعبیر ہوگیا۔ مسجدوں اور دینی مدرسوں اور علماء کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی بک جانے والے حاشیہ بردار علماء کی مدد سے روس یہاں پر دہریت مسلط کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

قاؤ قاز (KAWKAZ)

جنوبی قاؤقاز آذربائیجان کے علاقہ پر مشتمل ہے جب کہ اس کا شمالی حصہ مسلم اکثریت والا علاقہ ہے جس میں داغستان اور چار کاس شامل ہیں۔ شمالی قاؤقاز کا کل رقبہ ایک لاکھ چھیاسٹھ ہزار ایک سو ستر مربع میل ہے اور اس کی آبادی سوا کروڑ ہے۔ سب سے پہلے داغستان میں اسلام کا نور پھیلا اور یہ چوبیس ہجری میں خلافت کے زیر نگیں آگیا۔ پھر روسیوں نے انیسویں صدی میں پورے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۱۷ء کے روسی انقلاب کے بعد قاؤقاز کے مسلمانوں نے بھی ایک خود مختار حکومت قائم کر لی ترکی اور جرمنی نے اس ریاست کو تسلیم کر لیا اور بعد میں روسیوں نے بھی اسے ایک خود مختار ریاست کے طور پر تسلیم کر لیا۔

۱۹۲۱ء میں قاؤقاز کے صدر مقام پر ایک کانفرنس ہوئی جس میں سٹالن بھی شامل ہوا۔ اس میں یہ قرارداد منظور کی گئی کہ قاؤقاز کی پہاڑیوں میں قائم ہونے والی جمہوریہ کو اسلامی شریعت اور قاؤقاز کے عوام کی روایات کے مطابق تشکیل دیا جائے گا۔ لیکن چند ہی سال بعد روسیوں نے اپنا اصل روپ دکھایا اور ایک سوچے سمجھے پروگرام کے مطابق آہستہ آہستہ مسجدوں، دینی مدرسوں اور علماء اور مسلمان تاجروں کو معدوم کر دیا گیا اور ۱۹۳۷ء میں "عوامی تحریک" کی آڑ میں اسلام کے باقی ماندہ آثار کو بھی مٹا دیا گیا۔ قاؤقاز کے ایک مصنف کے مطابق یہاں تقریباً دس لاکھ مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔

جارجیا اور آرمینیا

روسی انقلاب کے بعد ان دونوں ریاستوں کی مسلمان اکثریت کو اقلیت میں بدل دیا گیا اور اس طرح عیسائیوں کو اس علاقہ میں فوقیت حاصل ہوگئی۔ اب پھر یہاں سے اسلامی تحریک کا آغاز ہوا ہے اور امسال مارچ میں جارجیا میں زبردست بغاوت ہوئی جس میں اٹھارہ آدمی جاں بحق ہوئے علاوہ ازیں مسلح افواج کے ساتھ تصادم کی بھی خبریں ملیں۔

کریمیا (CREMIA)

یہ زرخیز اور سرسبز جزیرہ ترکی کے شمال کی جانب بحیرہ اسود میں واقع ہے اور اس کا رقبہ ستائیس مربع میل ہے۔ تیرھویں صدی کے حکمران برکہا خان (BARKAH JHAN) نے اسلام قبول کر لیا اور عباسی خلفاء پر زور دیا کہ وہ اس کی ریاست میں تبلیغی وفود بھیجیں۔ اس دعوت کے جواب میں علماء، تاجر، فقہ کے ماہرین اور مبلغ کریمیا پہنچ گئے۔ ۱۴۲۸ء میں یہاں پر آزاد اور خود مختار حکومت قائم ہو گئی۔ لیکن ۱۷۸۳ء میں

مسلمانوں کے قتل عام کے بعد روسیوں نے اس جزیرہ پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۱۷ء کے روسی انقلاب کے بعد کریمیا کے مسلمانوں نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا اور کریمیا کے مفتی اعظم کو یہاں کا حکمران چنا گیا لیکن ۱۹۱۸ء میں اشتراکیوں نے بلاوجہ کریمیا پر دھاوا بول دیا اور دو سال بعد وہاں اپنی حکومت قائم کر لی۔ روسیوں نے وہاں پر ہزاروں مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگے اور بعد میں مسلم آبادی کو ماسکو منتقل کرنے کا فیصلہ کیا۔

یورپی روس کے مسلمان

تقریباً سوا کروڑ مسلمان تاتار، بشکار (BASHKAR) کازان اور دریائے وولگا کی وادی میں بستے ہیں آٹھویں صدی میں مسلمان تاجر اسلام کی روشنی ان علاقوں میں لائے۔ اس علاقے میں ممتاز علماء اور مصلحین پیدا ہوئے۔ ان میں شہرہ آفاق مصنف اور تاریخ دان قاضی یعقوب نعمان بھی شامل ہیں۔

۹۶۲ء میں روسیوں نے ان علاقوں پر حملہ کر دیا۔ ۱۵۵۲ء میں قازان روسی سلطنت کا حصہ بن گیا اور یہاں کے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم توڑے گئے بعد میں لکھوکھا مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنا دیا گیا۔ انقلاب روس کے بعد یہ علاقے آزاد ہو گئے اور مسلمانوں نے نئی مساجد تعمیر کرنا شروع کیں۔ لیکن ۱۹۱۸ء میں جب سارا کازان سرخ فوج کے قبضہ میں چلا گیا تو ہزاروں علماء کو منچوریا اور جاپان جا کر پناہ لینی پڑی۔ بعد میں عربی رسم الخط کا بھی خاتمہ کر دیا گیا۔ مساجد کو کلیسوں اور قحبہ خانوں میں تبدیل کر دیا گیا میناروں کی آذانیں خاموش کر دی گئیں اور علماء کو بیگار کیمپوں میں دھکیل دیا گیا۔

خاموشی میں پلتے ہیں بغاوت کے جراثیم

لیکن روسیوں کے ستر سالہ شکنجہ کے باوجود مسلمانوں کا جذبہ آزادی مرا نہیں اور بیسویں صدی کے آخر میں یہ جذبہ بہت ترقی کر گیا ہے۔ بعض خاص وجوہات یہ ہیں۔

○روس میں کیمیونزم مکمل طور پر ناکام ہو گئی ہے اور اصلاحات کی آڑ میں روسی لیڈر گورباچوف اس نظام میں زبردست تبدیلیاں لانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

○۱۹۱۷ء میں بزور زیر نگیں لائے گئے تمام علاقوں میں قومی تحریکیں زور پکڑ گئی ہیں جن میں آذربائیجان، جارجیا، لتھونیا، ایلسی ٹونیا، آرمینیا، قازاخستان کی مسلمان اور عیسائی ریاستیں شامل ہیں۔ ان علاقوں میں سرخ فوج کے خلاف بار بار بغاوت ہوتی ہے۔

○افغانستان میں روسیوں کی ذلت آمیز شکست نے ان کے ناقابل تسخیر ہونے کے بھرم کو توڑ کر رکھ دیا ہے اور لوگوں کے حوصلے بلند ہو گئے ہیں۔ بہت سا اسلامی لٹریچر جن میں قرآن کریم بھی شامل ہے روس کے اندر پہنچا دیا گیا ہے۔

○ایرانی انقلاب نے بھی آذربائیجان کے اندر آزادی کی روح پھونک دی ہے۔

○پولینڈ میں اشتراکی حکومت کے خاتمہ نے بھی لوگوں کے اندر پر امن انقلاب کی نئی امید اجاگر کر دی ہے۔

○علاوہ ازیں مسلمانوں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے اور روس کے کل تیس کروڑ آبادی میں تقریباً چھ کروڑ مسلمان ہیں۔ اگلے تیس سالوں میں مسلمان کل آبادی کا ایک چوتھائی ہو جائیں گے جس کی وجہ سے روسی لیڈروں کی نیند حرام ہو رہی ہے۔

(ترجمہ خاص برائے "خالد")

اعلان ولادت

خاکسار کے بڑے بھائی مکرم مظفر احمد ثاقب صاحب (مغربی جرمنی) کو اللہ تعالیٰ نے بیٹے سے نوازا ہے۔ مولود کا نام فرحان ثاقب تجویز کیا گیا ہے۔ موصوف مکرم مولانا نور الحق صاحب انور کا نواسہ اور مکرم چوہدری منظور احمد صاحب کا پوتا ہے۔ نومولود وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔ (مدیر "خالد")

دارا شکوہ کا قتل

(مکرم مولانا بشارت احمد صاحب بشیر)

مغربی مورخین کی دروغ گوئی

بر صغیر پاک و ہند کے سلاطین مغلیہ جنہوں نے اپنے عہد حکومت میں اسلام کی ترویج و توسیع کے لئے کسی نہ کسی رنگ میں کوئی نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ حتماً مغربی مورخین کی طعن و تشنیع کا موجب بنا ہے۔ ان سلاطین کے مظالم کی فرضی داستانوں کو اس گھناؤنے انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ وہ عوام کی نظروں میں قابل نفرین قرار پائیں لیکن جب بھی ان کے بیانات کو حقائق کی روشنی میں پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے تو ان کی دروغ گوئی، جعل سازی واضح صورت میں سامنے آئی ہے۔

RISE OF THE CHRISTIAN POWER IN INDIA

کے مصنف میجر بی۔ ڈی باسو لکھتے ہیں کہ انگریز مصنفین نے جو ہندوستان کی تاریخ لکھی ہے وہ "یکطرفہ" اور "ناقابل اعتماد" ہے۔ ان کی تواریخ میں صحیح واقعات کو تلاش کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

الفنسٹن، سمتھ، لین پول، مارسیڈن وغیرہ کا شمار ان جیسے مورخین میں ہوتا ہے۔ ہندوؤں نے ان انگریز مورخین کی ان فرضی داستانوں کی اساس پر اپنی تاریخ نویسی کا آغاز کیا ہے۔ جب کبھی بھی ان سے ان من گھڑت قصوں کا ثبوت طلب کیا گیا تو ان کا ایک ہی جواب ملا کہ انگریز مورخین نے ایسا ہی لکھا ہے۔ حضرت محی الدین اورنگزیب رحمتہ اللہ علیہ کا اپنے برادر بزرگ، دارا شکوہ کے ساتھ جو سلوک رہا تھا اور جو بالآخر اس کے قتل پر منتج ہوا تھا اس کی اصل حقیقت کیا تھی؟ اور اورنگزیب کا یہ اقدام کس حد تک درست تھا۔ میرے مدنظر اس وقت اس امر کا جائزہ لینا ہے۔

دارا شکوہ کا مختصر تعارف

دارا شکوہ، شاہ جہان کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ شاہ جہان ایک عرصہ سے اولاد نرینہ سے محروم تھا۔ اس نے حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ عالیہ پر دعا کی اور نذر مانی۔ ۳۰ مارچ ۱۶۱۵ء کو دارا شکوہ اجمیر میں پیدا ہوا۔ باپ نے اسے "شاہ بلند اقبال" کے خطاب سے نوازا تھا۔ تعلیم و تربیت شاہی روایات کے مطابق ہوئی تھی۔ اسے تصوف سے زیادہ دلچسپی تھی۔ وہ ہندو سادھوؤں کی صحبت میں رہ کر فیضان حاصل کرتا رہا۔ چنانچہ اس کی تصنیف "مجمع البحرین" تصوف اور یوگ کا ایک عجیب ملغوبہ ہے۔ یہ ان سادھوؤں، جوگیوں اور سنیاسیوں کی صحبت کا ثمرہ ہے جو مذکورہ بالا کتاب کی صورت میں منظر عام پر آیا۔ وہ اکبر کے "دین الٰہی" کے لئے ہمیشہ کوشاں رہا چنانچہ اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ویدانتیوں کے خیالات کو فارسی زبان میں منتقل کرنا شروع کیا۔ اس کی تصنیف "سر اکبر" جس کا ترجمہ بنارس کے پنڈتوں کی معاونت سے پایہ تکمیل کو پہنچا تھا یہ دراصل اپنیشدوں کا فارسی ترجمہ تھا۔ دارا شکوہ اعلانیہ ہندو پن کا اظہار کرتا تھا۔ اپنیشد کا جو اس نے ترجمہ کیا ہے اس میں صاف لکھتا ہے کہ قرآن مجید اصل میں اپنیشد میں ہے۔ ہندو پنڈتوں کا اس کے دل و دماغ پر اس قدر اثر تھا کہ وہ جو انگوٹھی پہنتا تھا اس کے نگینہ پر بھی لفظ "پربھو" کندہ تھا۔ لفظ اللہ جو خدا تعالیٰ کا اسم ذات ہے جس کے معنی تمام نقائص سے منزہ اور جمیع صفات کاملہ سے متصف ہیں، لفظ پربھو ان معانی سے یکسر تہی ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی دارا شکوہ کے بارے میں رائے

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت اقدس میں سید میر عباس علی شاہ صاحب لدھیانوی نے ویدوں میں توحید کی تعلیم اور دارا شکوہ کے عقائد کے بارہ میں خط لکھ کر استفسار کیا۔ ان امور مستفسرہ کا جو جواب آپ نے دیا اس کا ایک اقتباس جو دارا شکوہ سے تعلق رکھتا ہے درج ذیل ہے:۔

"اپنیشد جن کا بطور مختصر ترجمہ دارا شکوہ نے کیا ہے یہ حقیقت

میں وید ہی ہیں۔ یہ کیا چیز ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ دارا شکوہ کے وقت میں وید ایک مدفون اور مخفی چیز کی طرح تھا اور مسلمانوں کو اس کی حقیقت کی خبر نہیں تھی۔ سو جب دارا شکوہ نے ہندو پنڈتوں سے کچھ وید کا ترجمہ چاہا تو انہوں نے اندیشہ کیا کہ اگر ہم مسلمانوں پر اصل وید کی حقیقت ظاہر کریں گے تو ہمارا پردہ اوڑ جائے گا۔ بہتر ہے کہ اکبر بادشاہ کی طرح اس کو بھی دام میں لاویں اور جہاں تک ہوسکے اس کے مزاج میں بھی کچھ الحاد ڈالیں تو انہوں نے اس کو ناواقف سمجھ کر بعض اپنیشدوں کا ترجمہ کرا دیا۔ اور اب کھل گیا کہ وہ ترجمہ بھی صحیح نہیں۔ بہر حال دارا شکوہ نے کمال غلطی کھائی کہ اپنیشدوں کو وید سمجھ بیٹھا اور اس کے بہت سے خیالات پریشان تھے۔۔۔ چغتائی سلطنت پر پہلی آفت یہی نازل ہوئی تھی کہ اکبر اور اس کی بعض بدنصیب نسل نے کلام الٰہی کو جیسا کہ چاہیئے قدر نہیں کی تھی اور ہندوؤں کے شرک آمیز اور غلط گیان کی تلاش میں پڑ گئے"۔ (مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ ۳۲)

کیا دارا شکوہ مسیحی مرا؟

دارا شکوہ کے ان ملحدانہ نظریات کی بنا پر عیسائیوں نے اسے مسیحی قرار دیا ہے چنانچہ منوچی جو ۴۸ سال مغل دربار سے متعلق رہا ہے اس نے یہ افسانہ گھڑا تھا کہ جب دارا شکوہ گرفتار ہو کر دہلی آیا اور اسے خضر آباد میں رکھا گیا تو اس نے BUZE BAUSOUR پادری سے ملنے کی خواہش کی لیکن محافظوں نے پادری کو آنے نہیں دیا۔ وہ اس وقت قید و موت کے درمیانی وقفہ میں اکثر کہا کرتا تھا کہ "محمد مرامی کشد و ابن اللہ مریم مرامی بخشد" اور جب جلاد اس کے کمرے میں داخل ہوا تو یہی الفاظ اس کے نوک زبان تھے۔

اکبر کی علالت اور پادری

یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ وہ زمانہ تھا جب عیسائی پادری شاہی سلطنت اور ان کی اولاد کو حلقہ بگوش عیسائیت کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ چنانچہ اکبر کی وفات کے قریب جیزوٹ فرقے کے پادری اکبر کو بپتسمہ دینا چاہتے تھے لیکن محافظین نے ان کے سارے منصوبے خاک میں ملا دئے۔

مغربی مصنفین کا دارا شکوہ کے بارے میں یہ لکھنا کہ وہ دین مسیحی پر مرا سراسر بہتان ہے۔ منوچی نے تو اس کا ماخذ بیان نہیں کیا اور اس واقعہ کے شنید پر اکتفا کیا ہے تاہم برنیئر نے جو دارا کا قریبی دوست تھا دارا کے قتل کے چشم دید حالات لکھے ہیں لیکن مذکورہ بالا واقعات کا ذکر تک نہیں کرتا صرف اتنا لکھا ہے کہ عیسائی پادری ہنری بوسی سے اس کے گہرے مراسم تھے اور وہ اس کے خیالات سے کافی حد تک متاثر تھا۔ (سفر نامہ برنیئر ص ۲۸۹)

ابتدائی مورخین میں سے محمد معصوم جو شجاع کا قابل اعتماد افسر تھا جس کی تاریخ شاہ شجاعی کو بہت اہمیت حاصل ہے لکھتا ہے کہ دارا شکوہ نے مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھا تھا۔

اورنگزیب کا تعارف

اورنگزیب شاہ جہان کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ صوم و صلوۃ کا پابند اور عادل حکمران تھا۔ اسلامی احکام کا سختی سے پابند رہا۔ آپ کے حکم سے فقہ اسلامی کی تدوین کا کام شروع ہوا جو بعد میں "فتاوائے عالمگیری" کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ فقہ حنفیہ کی مستند کتاب مانی جاتی ہے۔ چونکہ اورنگزیب خود عالم دین تھا اس لئے اس نے ملک کے بہترین علماء کا انتخاب کیا اور ان کے سپرد یہ کام کیا لیکن اس پر نظر ثانی وہ خود کیا کرتا تھا۔ اس کے پیش روؤں کے عہد میں جو مشرکانہ رسوم اور ہندو تہوار مثلاً جنم اشٹمی، دسہرہ، دیوالی وغیرہ ہندو مسلم مشترکہ طور پر مناتے تھے۔ اس نے اس کا قلع قمع کیا۔ اس موقع پر بتوں کی نمائش بھی کی جاتی تھی۔ ان کے سامنے سر بسجود ہو کر مرادیں مانگی جاتی تھیں اور قمار بازی کا بازار گرم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ اس بارہ میں

ابوالفضل اکبر کے متعلق لکھتے ہیں۔

"قبلہ عالم آتش کی تعظیم اور چراغ کی نگہداشت میں بھی خاص اہتمام فرماتے ہیں۔ اور آتش ہو یا چراغ تمام روشن چیزوں کو آفتاب عالم تاب کے حسن کا پرتو خیال فرماتے ہیں"۔ (آئین اکبری اردو جلد اول ص ۲۹۴)

اکبر بادشاہ کو ان تہواروں سے دلچسپی تھی جب کہ جہانگیر بادشاہ

خود بھی جوا کھیلتا اور دو تین راتیں جوا کھیلنے کا حکم دیتا تھا۔
(تزک جہانگیری جلد اول ص ۲۹۸)
ہندوؤں کو ان تہواروں سے کبھی نہیں روکا گیا۔ اورنگزیب دوسری اقوام کے مذہبی معاملات میں ہرگز دخل نہیں دیتا تھا۔ اپنی رعایا اور ملک کے حالات سے باخبر رہتا تھا۔ نوے سال کی عمر میں ملک کے نظم و نسق پر پورا کنٹرول تھا۔ اپنے ذاتی خرچ کے لئے خزانہ شاہی سے ایک دمڑی تک نہیں لی۔ قرآن پاک کے نسخے لکھ کر اور ٹوپیاں سی کر اس کی اجرت اپنی ذات پر خرچ کرتا تھا۔ نوے برس کی عمر میں وفات پائی۔ وصیت کی کہ چار روپے، دو آنے کی رقم جو میں نے ٹوپیاں سی کر جمع کی ہے اس سے کھدر کا کفن خریدا جائے اور قرآن مجید لکھ کر جو تین سو پانچ روپے کمائے ہیں وہ خیرات میں دئے جائیں۔ آج بھی اورنگزیب کے ہاتھ سے لکھے ہوئے قرآن مجید بعض مسلمان خاندانوں کے گھروں کو زینت بخش رہے ہیں۔

داراشکوہ کے ہاتھ میں عنان حکومت

۷ ذوالحجہ ۱۰۶۷ھ میں شاہ جہان حبس بول کے عارضہ میں مبتلا ہوا اور ملک کے نظم و نسق اور سلطنت کے چلانے سے معذور ہوگیا۔ داراشکوہ نے اس موقع کو غنیمت جان کر عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ مرزا شجاع، مراد، اور اورنگزیب عالمگیر کے مستقل نمائندے شاہ جہان کے دربار میں مقیم تھے۔ انہیں ہدایت کی کہ وہ شاہ جہان کی علالت کی خبر کسی طریقہ سے بھی اپنے اپنے علاقوں میں مت بھجوائیں۔ اس حکم کے ساتھ ہی

بنگال، گجرات اور دکن کے راستے بند کرادئے تاکہ بادشاہ کی علالت کی خبر باہر نکلنے نہ پائے۔ لیکن یہ واقعہ چھپایا نہیں جاسکتا تھا۔ پہلے مرزا شجاع نے بنگال میں اپنی بادشاہی کا اعلان کیا، اسی طرح مراد نے احمد آباد گجرات میں اپنا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ اورنگزیب عالمگیر کو اپنے بھائیوں کا یہ رویہ ذرہ بھر نہیں بھایا بلکہ اپنے ایک خط میں مراد کو نصیحت کی کہ حضرت والد بقید حیات ہیں ان کی زندگی میں لڑائی جھگڑا چنداں زیب نہیں دیتا۔
اورنگزیب شاہ جہاں کے حکم سے گلبرگہ کے محاصرہ میں مشغول تھا اور قریب تھا کہ اس کی فوجیں اسے سر کر لیتیں لیکن شومئی قسمت اتنے میں داراشکوہ نے شاہ جہاں کی طرف سے تمام افسران کے نام حکم بھجوایا کہ فوراً عالمگیر کا ساتھ چھوڑ کر دربار میں چلے آئیں۔ عالمگیر نے مجبوراً والی بیجاپور سے ایک کروڑ نذرانہ پر صلح کرلی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جعلی خط تھا۔ داراشکوہ کو اپنے والد کے جعلی دستخط کرنے کی مشق تھی چنانچہ مراد اپنے ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے۔
"وہ ملحد (داراشکوہ) خود تقلید اقدس (شاہ جہاں) بہ مرتبہ کمال سانیدہ بر فرامین دستخط می کند" (مکاتیب تیموریہ)
یعنی داراشکوہ کو یہ کمال حاصل تھا کہ وہ فرامین پر اپنے باپ کے جعلی دستخط کرلیا کرتا تھا۔
عالمگیر نے شاہ جہان کی بیماری کے پانچویں مہینے بیجاپور سے روانہ ہو کر برہان پور پہنچا اور اس وقت مہاراجہ جسونت سنگھ فوجیں لئے ہوئے داراشکوہ کے حکم سے آگے بڑھا۔ چنانچہ اس معرکہ میں مراد اور عالمگیر کی فوجوں نے پامردی سے اس کا مقابلہ کیا اور راجہ بھاگ کر اپنے وطن پہنچا جہاں اس کی بیوی نے بھی اسے دھتکار دیا۔ چنانچہ ہربلاس سارادا اپنی تصنیف "" کے صفحہ ۱۱۸ پر لکھتا ہے کہ
"جب مہاراجہ شکست کھا کر اپنے وطن لوٹا تو اس کی بیوی نے جو رانا اودیپور کی دختر تھیں قلعہ کے دروازے بند کرلئے اور اس سے ازدواجی تعلقات منقطع کرلئے"۔

داراشکوہ نے جیسا کہ خافی خان جلد دوم ص ۳۰ میں بیان کرتا ہے عالمگیر کے نمائندہ کی جو دربار شاہ جہاں سے وابستہ تھا تمام جاگیر اور املاک ضبط کرلیں۔
مراد، عالمگیر اور شجاع کی طرف سے کوئی پیش قدمی نہیں ہوئی بلکہ عالمگیر مراد کو یہی نصیحت کرتا رہا کہ حضرت اقدس (شاہ جہاں) کی موجودگی میں ایسا قدم اٹھانا درست نہیں۔ داراشکوہ نے ان کے مقابلے کے لئے فوجیں روانہ کردیں۔
ان تمام مذکورہ بالا امور کی روشنی میں عالمگیر نے کسی قسم کی پیش دستی نہ کی۔ داراشکوہ کا الحاد ایک ایسا امر نہیں تھا جو لوگوں کی نظروں سے مخفی رہتا۔ خود اس کے دوسرے بھائی اسے "ملحد" کے نام سے پکارتے تھے۔ (ملاحظہ ہو مکاتیب تیموریہ)

کیا دارا شکوہ کا قتل اس کے ارتداد یا الحاد کے باعث تھا؟

اورنگزیب نے دارا شکوہ کے ساتھ وہی کیا جو اس کے والد بزرگوار شاہ جہان نے اپنے حقیقی بھائیوں اور بھتیجوں کے ساتھ کیا اور انہیں قتل کرا دیا تھا۔ اگر دارا شکوہ سریر آرائے مملکت ہو جاتا تو آج برصغیر میں بجائے خدائے واحد کی عبادت کے بت پرستی، عناصر پرستی اور آتش پرستی زوروں پر ہوتی اور بجائے قرآن مجید کے، ویدوں، پرانوں اپنیشدوں وغیرہ کی تلاوت ہوتی۔ دارا شکوہ کا قتل اس کے ملحدانہ نظریات کی بنا پر نہیں تھا بلکہ وہ اس کی باغیانہ روح تھی جو اس کی تباہی کا موجب بنی۔ اب ہر دو کا معاملہ عوام کی عدالت میں پیش ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی خداداد فراست، زیرکی اور ذہن رسا کے ساتھ سوچے اور غور کرے کہ اورنگزیب کا یہ اقدام کتنا دانشمندانہ اور حق بجانب تھا۔

ترے بغیر

بے کار ہے محال ہے جینا ترے بغیر
فرقت کا چاک بھی نہیں سینا ترے بغیر

بے خوار ہیں اداس تو ویراں ہے میکدہ
الٹے پڑے ہیں ساغر و مینا ترے بغیر

وہ جس کی روشنی سے منور تھے جسم و جاں
گل ہوگیا وہ دیدہ بینا ترے بغیر

وہ جس میں جل رہے تھے تیرے وصل کے چراغ
وہ جل کے راکھ ہوچکا سینہ ترے بغیر

رستہ بھی ہولناک ہے کالی ہے رات بھی
کیسے کٹے گا سفر شبینہ ترے بغیر

وہ زندگی کا ہو یا کوئی آخرت کا ہو
آتا نہیں ہے کوئی قرینہ ترے بغیر

مٹی میں مل نہ جائے کہیں نفرتوں کے بیچ
میرا محبتوں کا دفینہ ترے بغیر

(فرید احمد ناصر۔ مربی سلسلہ راولپنڈی)

ضروری اطلاع

معزز قارئین!
آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ گذشتہ کئی ماہ سے رسالہ "خالد" خدا کے فضل و کرم سے ہر ماہ کی ۱۰ تاریخ سے پہلے پہلے پوسٹ کر دیا جاتا ہے۔ جن احباب کو ۱۵ تاریخ تک رسالہ نہ ملے براہ کرم وہ فوری طور پر ہمیں لکھیں۔ شکریہ

(مینیجر رسالہ "خالد")

اعلان ولادت

برادرم مکرم فضیل احمد عیاض صاحب (ایڈیٹر تشحیذ الاذہان) کو اللہ تعالیٰ نے بچی سے نوازا ہے۔ نومولود وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے بچی کا نام ازراہ شفقت "مدیحہ عیاض" رکھا ہے۔

احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ بچی کو والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے اور اپنے فضلوں اور رحمتوں کا سایہ ان پر رہے۔ آمین

ضروری گذارش

خریدار حضرات اپنے تبدیلی پتہ سے ضرور مطلع کرتے رہا کریں تاکہ پرچہ ضائع نہ ہو۔ (مینیجر ماہنامہ خالد ربوہ)

جدائی. محبت. نفرت

کچھ عرصہ پہلے میں نے ایک مضمون لکھا تھا۔ عنوان تھا "جدائی"۔ وہ مضمون مجھے بہت پسند تھا۔ وہ کھوگیا۔ کہیں مل نہ سکا۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ اس دکھ نے اس مضمون کی جدائی نے مجھے یہ سمجھایا کہ جدائی پر لکھا گیا وہ مضمون نامکمل تھا۔ اس مضمون میں میں نے جدائی کی مختلف قسمیں بتائی تھیں۔ ایک وہ جدائی جو دوسرے ملک جانے والے اور اپنے ملک میں رہ جانے والے کے درمیان ہوتی ہے۔ ایک وہ جدائی جو غریب اور امیر کے درمیان ہوتی ہے۔ ایک جوان پڑھ اور پڑھے لکھے کے درمیان ہوتی ہے۔ ایک وہ جو دو قسم کی زبانیں بولنے والوں کے درمیان ہوتی ہے۔ ایک پروفیشنل جدائی ہوتی ہے جو ایک جیسا کاروبار کرنے والوں کے درمیان ہم آہنگی اور موافقت کے باوجود ہوتی ہے۔ ایک وہ جو دو دوستوں کے درمیان ایک تیسرا دوست آجانے سے ہوتی ہے۔ ایک وہ جو ایک کمرہ میں رہتے ہوئے بھی دو دوستوں، ساس بہو، میاں بیوی اور بھائی بھائی یا بہن بہن کے درمیان ہوجاتی ہے۔ ایک افسر اور ماتحت کے درمیان ہوتی ہے۔ اس مضمون میں جو لکھا وہ یکسر میرے ذہن سے مٹ گیا ہے۔ ایک قسم کی جدائی میں نے وہ لکھی تھی جس سے موت انسان کو روشناس کراتی ہے۔ اور یہ بہت ظالم جدائی ہے اور میری دانست میں یہ قسم وہ ہے جس پر انسان کا کوئی اختیار نہیں ہوتا اور یہ بہت ہی ظالم جدائی ہے۔ موت ایک بہانہ لے کر آتی ہے اور ہم سے ہمارے پیارے وجود چھین کر لے جاتی ہے۔

ہر جدائی کے گھاؤ علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ زخم اور درد کے رشتے تب ہی معلوم ہوتے ہیں جب معلوم ہو کہ گھاؤ کتنا گہرا ہے اور پھر یہ کہ گھاؤ لگانے والا کون ہے۔ پتھر مارنے والے دشمن کا وار انسان ہنس کر سہہ جاتا ہے۔ پھول مارنے والے دوست کا پھول جان لے جاتا ہے۔

مذہب کے نام پر کچھ جدائیاں انسانوں پر وارد کر دی جاتی ہیں ہم جانتے ہیں کہ انسان ہونے کے ناطے یہ جدائیاں کچھ بھی نہیں۔ انسانوں کے دکھ سکھ سانجھے ہیں۔ دلوں کے درمیان پیدا ہونے والی یہ جدائی بھی آخر ایک دن ختم ہوجاتی ہے---------!

لیکن جدائی کا ایک انوکھا رخ آج اچانک میرے سامنے آیا ہے۔ اس جدائی کے نتیجے میں مہیب سناٹے جنم لیتے ہیں۔ ایک تو موت خود ظالم ہے لیکن موت کی ظالم ترین قسمیں اس جدائی کی پیداوار ہوتی ہیں۔ اس جدائی کو جنم دینے والی ماں کا نام "نفرت" ہے۔ نفرت کی چنگاری دل کے کسی تاریک گوشے سے پھوٹتی ہے۔ اگر اسی وقت صبر و ضبط اور تحمل کے پانی سے بجھا نہ دی جائے۔ اگر اسی وقت محبت کی نرم پھواریں برسا کر اس کے وجود کو ختم نہ کردیا جائے تو یہ پھیلتی چلی جاتی ہے حتی کہ نفرت کرنے والے کو خود ختم کردیتی ہے۔ نفرت کے زیر سایہ طنز، الزام تراشی، غیبت اور عیب جوئی جیسے عفریت پلتے رہتے ہیں۔ اور یہ دائرہ وسیع ہوتے ہوتے کئی لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ نفرت دو دلوں کے درمیان پیدا ہوجائے تو انسان کو برباد کردیتی ہے۔ دو علیحدہ مذہب رکھنے والوں کے درمیان ہو تو مذہب کا چہرہ مسخ کر دیتی ہے۔ لوگوں کو مذہب سے بیگانہ کر دیتی ہے۔ بے بہرہ کردیتی ہے۔ دو قوموں کے درمیان ہو تو ان کے درمیان خلیجیں حائل کر دیتی ہے۔ جغرافیائی حدود تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ دو ملکوں کے درمیان ہو تو جنگ مسلط کر دیتی ہے۔ جنگ جو ہولناک جدائیوں کو جنم دیتی ہے۔ عورتوں کو بیوہ بچوں کو یتیم انسانوں کو اپاہج کر دیتی ہے۔ شہروں کو ویرانہ بنادیتی ہے۔ باشندوں کو بے شعور کردیتی ہے۔ افلاس بھوک تباہی کو بڑھادیتی ہے۔

خدا نفرت کی جدائی سے ہمیں محفوظ رکھے۔ نفرت جو خلیج ہے۔ ظلمت کا بحر بیکراں ہے۔ آگ ہے سناٹوں کی آواز ہے۔ جنگل کی آگ کی طرح ہے۔ اسے بجھادیں۔ اسے مٹادیں۔ اپنے دل کے نہاں گوشوں میں دفن کردیں۔

کہتے ہیں محبت اور نفرت طبعی جذبے ہیں ان پر قابو نہیں۔ یہ اپنے اختیار میں نہیں ہیں۔ لیکن میں کہتی ہوں اگر دعا کی جائے، استغفار کیا جائے، صدقات دئے جائیں اور یہ دعا استغفار

اور صدقہ انفرادی بھی ہو، اجتماعی بھی ہو اور پھر قومی بھی ہو تو نفرت اور محبت پر بھی قابو پایا جاسکتا ہے۔ جب گھواروں سے جنم لے تو اسے کون مٹا سکتا ہے۔ جب محبت کو بچپن کے نرم جذبوں کے درمیان ابھرتے ہی ماں باپ اور ماحول کے ہاتھ اسے آہستگی سے بچے سے پرے جھٹک دیں تو یہ کیسے پروان چڑھ سکتی ہے۔

ایک برگزیدہ ہستی کا قول تھا "نفرت کسی سے نہیں محبت سب کے لئے" جس کی جدائی کا دن ۹ جون تھا۔ اسی دن ایک اور پیارا شخص مجھ سے بچھڑ گیا۔ موت چھین کر لے گئی۔ ان جدائیوں نے مجھ پر کئی انکشافات کئے------اور یہ ایک بات مجھے سمجھ میں آگئی کہ "نفرت کسی سے نہیں محبت سب کے لئے" آیئے آپ کو سمجھاؤں۔ "نفرت کسی سے نہیں" یعنی اول تو نفرت کسی سے ہوتی ہے سب سے نہیں اور ہمارے لئے حکم ہے کہ نفرت کسی سے بھی نہیں کرنی۔ دوسرے "محبت سب کے لئے" یعنی محبت سب سے ہوسکتی ہے اس لئے محبت سب سے کرنے کا حکم ہے۔ یوں محبت کا ایک نیا اسلوب میرے سامنے ابھرا کہ محبت اگر کسی ایک سے کی جائے تو ایسے ہی ہے جیسے خزانہ زمین میں دفن کر کے اوپر سانپ پہرے دار بٹھا دیا جائے۔ سانپ نہ کہیں تو اسے رقیب روسیاہ بھی کہہ سکتے ہیں اور رقیبوں سے پالا پڑے گا تو نفرت کا جن سر اٹھائیگا۔ جب سب سے محبت کریں گے تو کوئی رقیب روسیاہ نہیں رہے گا۔ سب محبوب ہوں گے۔ لہذا نفرت کسی سے نہیں والا حصہ خود بخود پورا ہوجائے گا۔ اس طرح جدائی کی دیواریں خود بخود گر جائیں گی۔ نفرت کے جذبے مٹ جائیں گے۔

آج تک جو ہوگیا انجانے میں ہوگیا۔ آج سے عہد کریں جدائی کی خلیجیں پاٹنے کے لئے عہد کریں۔ عہد کریں محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں۔ پھر جتنی جدائیوں کی قسمیں میں نے بیان کی ہیں یا اگر کوئی بیان ہونے سے رہ گئی ہیں جن سے انسانوں کو پالا پڑتا رہتا ہے سب ختم ہوجائیں گی۔ سوچ کر دیکھیں، عمل کی کوشش کر دیکھیں------!!

(ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ)

قسط پنجم آخری

دیر ہے پر اندھیر نہیں

پتھروں والا گڑھا اچانک خشک ہوگیا ہے۔ میرا خیال ہے پانی کی نکاسی کے لئے نالیاں کھودنے کی وجہ سے اور ڈنسٹن وہاں پڑا ہے۔ وہ سولہ برس سے وہاں پڑا ہے۔ دو چٹانوں کے درمیان پھنسا ہوا۔ اس کی گھڑی بھی مل گئی ہے"۔ نینسی نے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے اس نے خود کشی کرلی تھی"۔ "نہیں نہیں، وہ گڑھے میں گر گیا تھا۔ ڈنسٹن ہی وہ شخص ہے جس نے مارنر کے گھر چوری کی تھی"۔ یہ سنتے ہی شرم اور حیرت کے مارے نینسی کا چہرہ سرخ ہوگیا کیونکہ اس کی اٹھان ایسے رنگ میں ہوئی تھی کہ وہ ایسی حرکتوں کو سارے خاندان کی توہین خیال کرتی تھی۔ گاڈفرے نے مزید کہا "گڑھے سے مارنر کی اشرفیاں برآمد ہوئیں ہیں۔ او نینسی! ہر چیز جلد یا بدیر ظاہر ہوجاتی ہے جب خداوند کا حکم ہوتا ہے۔ ہماری پوشیدہ چیزیں عیاں ہوجاتی ہیں۔ سنو! میں بھی ایک عرصہ سے ایک راز دل میں چھپائے بیٹھا ہوں۔ لیکن آج میں سب کچھ تم پر کھول دوں گا۔ نینسی! جب میں نے تمہارے ساتھ شادی کی تھی تو ایک راز تم سے چھپائے رکھا تھا۔ وہ عورت جسے مارنر نے برف میں مرا پایا تھا یعنی ایپی کی ماں وہ میری پہلی بیوی تھی اور ایپی میری بچی ہے"۔ یہ سن کر نینسی بالکل خاموش بیٹھی رہی۔ اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔ آنکھیں نیچے جھک گئیں اور وہ گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

گاڈفرے نے لرزتی ہوئی آواز میں یہ بھی کہا "مجھے بچی سے اس طرح لاتعلق نہیں رہنا چاہیئے تھا۔ لیکن مجھے تمہارے ساتھ قطع تعلق کی ہمت نہیں تھی۔ مجھے اس عورت سے شادی کرنا پڑی اور میں نے بہت مصیبت جھیلی"۔ آخر نینسی نے مہر سکوت کو توڑا۔ اس کی آواز میں خفگی نہیں تھی البتہ افسوس کا اظہار ضرور تھا۔ اگر تم نے یہ بات مجھے چھ برس قبل بتادی ہوتی تو ہم اس بچی کا فرض نبھا سکتے تھے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر مجھے یہ حقیقت معلوم ہوجاتی تو کیا میں اسے اپنانے سے انکار کردیتی ؟"۔ اب گاڈفرے اپنی غلطی کی تلخی کو محسوس کرنے لگا تھا۔ وہ اپنی بیوی کی عظمت کو نہیں پہچان پایا تھا۔ نینسی نے بڑے دکھ سے کہا "اگر تم شروع میں اسے لے آتے تو وہ مجھے ماں سمجھ کر پیار کرتی اور تمہیں بھی بہت خوشی ہوتی"۔ نینسی کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور وہ خاموش ہوگئی۔ گاڈفرے نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "میں نے بہت برا کیا۔ کیا تم مجھے معاف کرسکتی ہو؟" نینسی بولی "میرے ساتھ زیادہ ظلم نہیں ہوا۔ تم پندرہ برس سے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کر رہے ہو۔ اصل ظلم تم نے کسی اور کے ساتھ کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس کی کوئی تلافی نہیں ہوسکتی"۔ گاڈفرے نے کہا "لیکن ہم اب بھی ایپی کو اپنے گھر لاسکتے ہیں۔ مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ دنیا کیا کہے گی۔ میں اپنی باقی ماندہ زندگی صاف اور کھلی کتاب کی مانند گزاروں گا"۔ "وہ بڑی ہوگئی ہے اب اس کا ہمارے پاس چلے آنا اور بات ہے۔ لیکن تمہارا فرض بنتا ہے کہ تم اسے قبول کرو اور اس کی ذمہ واری اٹھاؤ اور میں اپنا فرض نبھاؤں گی"۔ "پھر تو ہم آج رات ہی مارنر کے پاس چلتے ہیں"۔ گاڈفرے نے جواب دیا۔

اس رات آٹھ اور نو بجے کے درمیان ایپی اور مارنر جھونپڑے میں اکیلے بیٹھے تھے۔ اس سہ پہر کے عظیم الشان واقعہ (ڈنسٹن کے ڈھانچے کے ساتھ مارنر کی اشرفیوں کا بھی مل جانا) کے زبردست جوش و خروش اور مارنر کے گھر لوگوں کا تانتا بندھ جانے کے بعد اب اسے سکون اور آرام کی طلب تھی۔ اس لئے سب لوگوں کے چلے جانے کے بعد مارنر نے مسٹر ون تھروپ اور ہارون سے بھی درخواست کی کہ اب وہ اسے ایپی کے پاس بیٹھنے کی فرصت دیں۔

دونوں باپ بیٹی کرسیوں پر ایک دوسرے کے قریب بیٹھ گئے۔ ایپی نے لاڈ سے اپنے بابا کے ہاتھوں کو پکڑا ہوا تھا اور وہ بھی اس کے پیارے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ پاس ہی میز پر شمع روشن تھی جس کی روشنی میں بازیافتہ سونا چمک رہا تھا۔ مارنر نے ایپی کو بتایا کہ وہ کس طرح ہر رات اپنے طلائی سکے گنا کرتا تھا اور ان کے کھوجانے پر کس طرح اس کی دنیا ویران ہو کر رہ گئی تھی تاوقتیکہ اسے ایپی مل گئی "ایپی! تم

اس وقت بہت چھوٹی تھی۔ تمہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ تمہارا باپ مارنر تمہارے لئے کیا جذبات رکھتا تھا"۔ "لیکن مجھے اب معلوم ہے بابا! اگر تم نہ ہوتے تو لوگ مجھے یتیم خانے پہنچا دیتے جہاں مجھے کوئی پیار کرنے والا نہ ہوتا"۔ "میری پیاری بچی! یہ تو میری خوش قسمتی تھی۔ اگر مجھے بچانے کے لئے قدرت نے تمہیں میرے پاس نہ بھیجا ہوتا تو میں غم و اندوہ کی حالت میں ہی قبر میں چلا جاتا۔ ویسے وہ دولت مجھ سے بروقت چھن گئی اور محفوظ پڑی رہی اور اس وقت تک پڑی رہی جب تک کہ تمہارے لئے اس کی ضرورت نہ پڑ گئی۔ یہ کیسی عجیب بات ہے۔ ہماری زندگی بذات خود عجیب ہے اور قدرت کے کھیل نرالے ہوتے ہیں"۔

دو متوازی راہیں

عین اس وقت دروازے پر دستک ہوئی اور ایپی دروازہ کھولنے کے لئے اٹھی۔ باہر مسٹر اور مسز گاڈ فرے موجود تھے۔ مسز گاڈ فرے نے ایپی کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا "ہم رات بہت دیر سے تمہیں تکلیف دینے آگئے ہیں"۔ ایپی نے دونوں معزز مہمانوں کے لئے کرسیاں بچھائیں اور عین ان کے سامنے اپنے بابا کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔

گاڈ فرے نے سلسلہ کلام شروع کرتے ہوئے کہا "مارنر! مجھے اس بات سے بہت فرحت ہوئی ہے کہ تمہیں وہ دولت واپس مل گئی ہے جس سے تم کئی سال تک محروم رہے۔ مجھے بڑا دکھ ہے کہ ہمارے گھر کے ایک فرد نے تمہارے ساتھ یہ ظلم کیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ میں ہر طرح سے اس کی تلافی کروں۔ میں تمہاری بہتری کے لئے جو کچھ بھی کر سکوں وہ محض ایک قرض اتارنے کے مترادف ہوگا"۔ مارنر نے جواب دیا "جناب عالی! میں آپ کا پہلے ہی بہت ممنون ہوں۔ جہاں تک دولت لٹ جانے کا معاملہ ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے لئے کوئی نقصان کی بات نہیں تھی اور اگر تھی بھی تو آپ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں"۔ گاڈ فرے نے کہا "مجھے امید ہے کہ تم مجھے میری مرضی کے مطابق کچھ خدمت کرنے کا موقع دو گے۔ تم نے بہت محنت کی ہے لیکن اب تم کمزور ہو گئے ہو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ تم بہت ضعیف نظر آتے ہو حالانکہ تمہاری عمر اتنی زیادہ نہیں ہے"۔ "جناب! میرے حساب سے میری عمر کوئی پچپن سال ہوگی"۔ "ممکن ہے ابھی تمہاری عمر میں سے تیس سال باقی ہوں لیکن یہ رقم جو میز پر پڑی ہے کافی نہیں ہے۔ اگر تم اکیلے ہوتے تو بھی یہ رقم زیادہ نہیں تھی لیکن تم پر دو افراد کا بوجھ ہے"۔ "جناب عالی! مجھے کسی قسم کا کوئی خوف نہیں۔ ہم دونوں بہت اچھی طرح رہ رہے ہیں۔ بہت کم ایسے محنت کش ہوں گے جن کے پاس اتنی رقم جمع ہو۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ اونچے طبقہ کے لوگوں کو کیسی لگے لیکن ہم دونوں کے لئے یہ پونجی بہت زیادہ ہے"۔ اس پر گاڈ فرے نے کہا "تم نے ایپی کی خاطر بہت کچھ کیا ہے۔ وہ کافی صحت مند دکھائی دیتی ہے لیکن اتنی مضبوط نہیں لگتی کہ مصائب کو برداشت کر سکے۔ تم یقیناً یہ بات پسند کرو گے کہ اس کی نگہداشت ایسے لوگوں کے سپرد ہو جو اس پر زیادہ خرچ کر سکیں اور اسے اونچے طبقہ کی خاتون (لیڈی) بننے میں مدد ثابت ہو سکیں"۔ مارنر کو ان الفاظ سے سخت تکلیف پہنچی لیکن اس نے ضبط کرتے ہوئے کہا "جناب عالی! میں آپ کا مطلب نہیں سمجھ پایا"۔ اب گاڈ فرے نے صاف صاف بات کہہ دینے کا ارادہ کرتے ہوئے کہا "مارنر! تمہیں معلوم ہے کہ ہماری کوئی اولاد نہیں۔ ہمارے پاس سب آسائشیں وافر طور پر موجود ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم کسی بچی کو اپنا لیں اور اس کے لئے ہم نے ایپی کو چنا ہے جسے ہم اپنی اولاد کی طرح اپنے پاس رکھیں گے۔ میرے خیال میں اس بڑھاپے میں تمہارے لئے یہ بات بہت باعث اطمینان ہوگی کہ تم اسے خوش حال ہوتا دیکھو۔ تم نے اس پر بہت محنت کی ہے اور بہت تکلیف اٹھائی ہے اس لئے تم ہر طرح سے انعام و کرام کے مستحق ہو اور مجھے یقین ہے کہ ایپی بھی ہمیشہ تم سے پیار کرتی رہے گی اور ہم سب تمہارے آرام و آسائش کا حتی الوسع خیال رکھیں گے"۔ گاڈ فرے یہ الفاظ جھجک جھجک کر ادا کر رہا تھا اس لئے بلا ارادہ اس کی زبان سے بعض ایسے الفاظ بھی نکل گئے

جو حساس طبیعتوں پر گراں گزرتے ہیں۔ جب وہ یہ بات کر رہا تھا تو اس وقت ایپی نے پیار بھرے انداز میں اپنا ہاتھ اپنے بابا کے سر کے پیچھے رکھ دیا تاکہ وہ اس پر اپنا سر ٹکا سکے کیونکہ وہ بری طرح کانپ رہا تھا۔ مسٹر گاڈفرے کی بات ختم ہونے کے بعد مارنر کئی لمحوں تک خاموش بیٹھا رہا۔ وہ جذبات کی بے رحمی سے کچلا جا رہا تھا۔ ادھر ایپی کا دل بھی خون خون ہو رہا تھا کیونکہ وہ اپنے باپ کو سخت تکلیف میں دیکھ رہی تھی۔ آخر مارنر نے نحیف آواز میں کہا "میری بچی! تم خود ہی بولو۔ میں تمہاری راہ میں حائل نہیں ہوں گا"۔ ایپی نے مسٹر اور مسز گاڈفرے کو جھک کر آداب کیا اور کہا "آپ دونوں معزز شخصیتوں کا بہت بہت شکریہ لیکن میں اپنے بابا سے جدا نہیں ہو سکتی۔ مجھے اونچے طبقہ کی خاتون (لیڈی) نہیں بننا۔ میں اپنے سادہ مزاج لوگوں کو نہیں چھوڑ سکتی"۔

مشکل در مشکل

یہ سن کر نینسی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اسے ایپی اور اپنے خاوند دونوں کا درد تھا۔ گاڈفرے کو غصہ آگیا جو قدرتی امر ہے کہ ہم سب کو اس وقت آجاتا ہے جب ہمارا واسطہ کسی غیر متوقع مزاحمت سے پڑ جائے۔ گاڈفرے اپنے دل میں تائب ہو کر ایک غلطی کا کفارہ ادا کرنا چاہتا تھا اس لئے اب اس کے جذبات میں غصے کا عنصر بھی شامل تھا اور اس نے کہا "لیکن ایپی! تم پر میرا ایک حق ہے جو تمام حقوق سے بڑھ کر ہے۔ مارنر! سن لو کہ یہ میرا فرض بنتا ہے کہ میں ایپی کو اپنے گھر لے جاؤں کیونکہ وہ میری بیٹی ہے۔ اس کی ماں میری بیوی تھی"۔ ایپی یہ بات سن کر مارے خوف کے زرد پڑ گئی لیکن مارنر، جو ایپی کے جواب سے بہت تقویت محسوس کرنے لگا تھا بھرپور مزاحمت کرتے ہوئے بولا "جناب! آپ نے یہ بات سولہ برس پہلے کیوں نہیں کی اور آکر اسے مجھ سے لے کیوں نہیں گئے بیشتر اس کے کہ میں اسے بیٹی کی طرح چاہنے لگا؟ اب آپ اسے مجھ سے جدا کرنے آئے ہیں جب کہ آپ کو چاہیئے کہ ساتھ ہی میرا دل بھی نکال کر لے جائیں۔ وہ خداوند نے مجھے خود عنائت کی تھی جس وقت کہ آپ نے اس سے منہ موڑ لیا تھا۔ پس خداوند کے نزدیک وہ میری بیٹی ہے۔ جب کوئی شخص پروردگار کی نعمت کو ٹھکرا دیتا ہے تو وہ ایسے آدمی کو مرحمت ہوتی ہے جو اس کی قدر کرنے والا ہو"۔

گاڈفرے نے کہا "مارنر! مجھے یہ سب کچھ معلوم ہے۔ میں واقعی غلطی پر تھا۔ اب میں نے توبہ کر لی ہے"۔ مارنر نے جواب دیا "جناب! مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی ہے لیکن آپ کی یہ توبہ سولہ سال کی حقیقت کو بدل نہیں سکتی۔ آپ کا اس وقت آکر یہ کہنا کہ "میں اس کا باپ ہوں" ہمارے پیار بھرے جذبات کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ جب سے اس نے ہوش سنبھالا ہے وہ مجھے اپنا باپ سمجھتی ہے"۔

گاڈفرے مارنر کے الفاظ کی سچائی اور وزن کو سمجھنے کی بجائے غصے میں آگیا۔ اس کے نزدیک یہ مارنر کی خود غرضی تھی (یہ سوچ ہر اس آدمی کی ہوتی ہے جس نے اپنی قوت ایثار کو کبھی پرکھا نہ ہو) کیونکہ اس کے نزدیک مارنر ایپی کی بہتری کا نہیں سوچ رہا تھا اس لئے اس نے تحکمانہ انداز میں کہا "مارنر! میں تو یہ سمجھتا تھا کہ ایپی کے لئے تمہاری سچی محبت اس کی بہتری اور ترقی پر خوشی محسوس کرے گی۔ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اور ایپی اب اس عمر کو پہنچ چکی ہے جب کہ اس کی مستقبل کی زندگی کا فیصلہ ہونے والا ہے لیکن تمہارے گھر میں رہ کر اس کی نوعیت اور ہوگی۔ ممکن ہے اس کی شادی کسی کم درجے کے محنت کش سے ہو جائے۔ تم اس کی خوشحالی میں روک بن رہے ہو۔ گو تمہاری حد درجہ قربانی کے بعد میں تمہارے جذبات کو مجروح کرنے پر افسوس محسوس کرتا ہوں لیکن میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میں اپنی بیٹی کی خود نگہداشت کروں اور اپنا فریضہ انجام دوں"۔

گاڈفرے کی اس تقریر کا مارنر پر بہت اثر ہوا۔ اس کا ضمیر عجیب الجھن محسوس کرنے لگا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اپنی خواہش کو ایپی کی بہتری پر ترجیح دے رہا ہے۔ بڑی دیر کے بعد اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "میں اور کچھ نہ کہوں گا جیسا آپ چاہتے ہیں ایسا ہی ہونے دیجئے۔ آپ بیٹی سے بات کریں میں ہرگز روک نہیں بنوں گا"۔

دل کا فیصلہ

گاڈفرے نے اپنی بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "میری بچی

ایمی! ہماری ہمیشہ یہ خواہش رہے گی کہ تم اس ہستی کے ساتھ سچے پیار کا اظہار کرتی رہو جس نے تمہیں باپ بن کر دکھایا ہے اور ہم بھی اس کو ہر طرح کی راحت پہنچانے کی کوشش کریں گے لیکن ہماری یہ بھی تمنا ہے کہ تم ہمارے پاس آکر ہمیں بھی اپنا پیار دو۔ گو میں ان تمام برسوں میں وہ کچھ نہیں بن سکا جو ایک باپ کو اپنی اولاد کے لئے ہونا چاہیئے لیکن اب میں اپنی تمام تر استعداد کے ساتھ تمہاری خوشی اور بہتری کا سامان کرنا چاہتا ہوں اور میری بیوی بھی تمہارے لئے بہترین نعمت اور ماں ثابت ہوگی جس کا تم نے ہوش سنبھالنے کے وقت سے مزہ نہیں چکھا"۔ نینسی بولی "میری بچی! تم میرے لئے متاع عزیز ہو۔ جب ہمیں ہماری بیٹی مل جائیگی تو کسی اور چیز کی حسرت نہیں رہے گی"۔

ایمی نے اپنے بابا (مارنر) کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اور پورے عزم کے ساتھ بولی "میں آپ ہستیوں کی فراخدلانہ پیشکش کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ یہ پیشکش ہر طرح سے عظیم ہے لیکن میری آرزو سے بالاتر ہے کیونکہ اگر مجھے بابا سے جدا کر دیا گیا تو دنیا میرے لئے اندھیر ہو جائیگی۔ اس لئے کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ بالکل تنہا رہ جائے گا اور میری یاد میں بے قرار رہے گا۔ ہم ہمہ وقت اکٹھے رہے ہیں اور خوش رہے ہیں۔ میں اس کے بغیر کسی خوشی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ جب تک قدرت نے مجھے اس کے پاس نہیں بھیج دیا وہ بھری دنیا میں اکیلا تھا اور جب میں اس کے پاس سے چلی جاؤں گی تو پھر سے اس کے پاس کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اس نے شروع سے ہی میری دیکھ بھال کی ہے اور مجھے پیار دیا ہے اور میں بھی آخری دم تک اس کا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔ پس کوئی ہم دونوں میں حائل ہونے کی کوشش نہ کرے"۔ اس پر مارنر نحیف آواز میں بولا "لیکن ایمی! تمہیں اس بات کا یقین کر لینا چاہیئے کہ تمہیں اس فیصلے پر کبھی ملال نہ ہوگا کہ تم نے غریب لوگوں کے درمیان رہنے کو پسند کیا ہے اور تمہارے کپڑے اور دوسری چیزیں بھی کم درجے کی ہوں گی جب کہ تمہیں بہترین چیزیں میسر آسکتی ہیں"۔ ایمی نے پیار بھرے لہجے میں جواب دیا "بابا! مجھے اس بات کا کبھی غم نہ ہوگا"۔ نینسی نے گاڈفرے کی طرف دکھ بھری اور سوالیہ نظروں سے دیکھا لیکن اس کی نظریں زمین پر گڑی تھیں گویا وہ گم سم کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

نینسی نے ایمی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا "میری پیاری بچی! جو کچھ تم کہہ رہی ہو یہ ایک قدرتی امر ہے اور یہی درست ہے کہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہیئے جنہوں نے تمہیں پالا پوسا ہے۔ لیکن تمہارا کچھ فرض اپنے حقیقی والد کے متعلق بھی بنتا ہے۔ جب تمہارا والد تم پر اپنے گھر کے دروازے وا کر رہا ہے تو میرے خیال میں تمہیں اس سے پہلو تہی نہیں کرنی چاہیئے"۔

اس پر ایمی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے کہا "میں اپنے بابا کے مقابل پر کسی اور کا تصور نہیں کر سکتی۔ میں نے ہمیشہ سے یہی چھوٹا سا گھر دیکھا ہے جس کے ایک کونے میں میرا باپ بیٹھا ہوتا تھا اور میں اس کی خدمت کر رہی ہوتی تھی اور اب ایک محنت کش لڑکے (ہارون) کے ساتھ میری شادی کی بات پکی ہو چکی ہے جو میرے بابا کے گھر میں رہ کر اس کی دیکھ بھال کرنے میں میری مدد کیا کرے گا"۔

گاڈفرے نے نینسی کی طرف دیکھتے ہوئے مدھم سی آواز میں کہا "آؤ ہم چلیں"۔ نینسی اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی "ہم تم دونوں کے سچے خیر خواہ ہیں اور آئندہ کبھی تمہیں مجبور نہیں کریں گے۔ ہم دوبارہ تم دونوں سے ملنے آئیں گے"۔

خوشگوار گھڑی

سال میں ایک موسم ایسا آتا ہے جو ریوالو میں بیاہ شادی کی پر مسرت تقریب کے لئے خاص طور پر موزوں سمجھا جاتا ہے اور یہ ہے باغوں میں سنہرے اور بنفشی رنگ کے پھول کھلنے کا موسم!

جس صبح کو ایمی کی شادی تھی اس روز خوش قسمتی سے عمدہ دھوپ پڑ رہی تھی۔ اس کے لئے عروسی جوڑا گاڈفرے نے پیش کیا جو ایمی کی عین پسند کے مطابق بالکل سفید رنگ کا تھا۔ اپنے ان سنہرے بالوں کی وجہ سے وہ اس عروسی جوڑے میں کسی سنہرے کٹورے والے سپید کنول کی طرح نظر آرہی تھی۔ اس کا بابا اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور ایمی نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ دولہا اور دلہن کے پیچھے دولہا کے والدین تھے اور گاؤں کے سب چھوٹے بڑے ان کی خوشیوں میں شامل تھے۔

ختم شد

کامیاب زندگی - چند اصول

پچھلے دنوں خاکسار نے ایک کورس
"PAKISTAN INSTITUTE OF MANAGEMENT
کیا ہے۔ دوران کورس مختلف ذی عہدہ اور ذی علم احباب نے لیکچر دئے۔ اس کورس کے دوران کامیابی کے مختلف گر انہوں نے بیان کئے۔ کورس کے ایک لیکچر کی تلخیص اپنے الفاظ میں قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

(کریم الدین احمد - ربوہ)

ہم میں سے ہر ایک کے دل میں یہ خواہش مچلتی ہے کہ ہم کامیاب و کامران زندگی بسر کریں اور اپنے اپنے میدان میں ترقی کی منازل کو طے کرتے ہوئے بلندیوں کو چھوئیں۔ مگر یہ منزل کٹھن منزل ہے۔ اس میں دو چار سخت مقامات آتے ہیں۔ ان مقامات کو سر کرنے کے لئے اہل علم نے ان لوگوں کی جنہوں نے ترقی کی انتہائی منازل کو چھوا "زندگیوں کا بغور مطالعہ کیا"۔ ان افراد کی زندگی کے مطالعہ کے بعد انہوں نے مندرجہ ذیل اوصاف ان افراد میں مشترک پائے۔

۱. لوگوں سے میل ملاپ

روزمرہ زندگی میں ہر روز ہمارا بے شمار لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے جن میں کئی افراد سے ہم آشنا اور اکثر سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر شخص مختلف مزاج و عادات کا مالک ہوتا ہے۔ ان سب سے اجنبیت کی حدود کو مٹا کر گھل مل جانے اور اپنا مدعا ان تک انہیں چونکائے بغیر پہنچانے کی صلاحیت ہونا از بس لازم ہے۔ دوستی اور رفیق کار میں ایک واضح فرق ہے۔ لازم نہیں کہ رفیق کار دوست بھی ہو مگر رفیق کار سے اس کی صلاحیت کے مطابق کام لینے کی استعداد ہونا لازم ہے۔

۲. اتحاد عمل

اپنے ساتھیوں اور دوسرے احباب کا تعاون جیتنے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔ اس جہت اور رخ سے کام کرنے کی صلاحیت پیدا کریں کہ آپ دوسروں کی مخالفت اور روڑے اٹکانے کی جبلت کا شکار ہونے کی بجائے ان کا تعاون اور اشتراک جیت رہے ہوں۔ جن سے واسطہ پڑے ان کی عادات اور اخلاق کا مطالعہ کر کے انہیں اس طور پر APPROACH کریں کہ وہ آپ کے شریک کار بن جائیں نہ کہ مخالف۔ اپنے طرز عمل اپنے طریق کار کا بغور مطالعہ کریں کہ میں نے تو کسی جگہ غلطی نہیں کی اگر غلطی کا احساس ہو تو غلطی کو تسلیم کرنے کی ہمت اپنے اندر پیدا کریں۔

۳. تنظیم

اپنے آپ اور اپنے ساتھیوں کو منظم کرنے کی صلاحیت پیدا کریں۔ بہت سارا وقت اور سرمایہ بے ترتیبی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے مقدم امر یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے آپ کو منظم کریں اور پھر خود مثال بنتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو منظم کریں۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم امر یہ ہے کہ "SENSE OF DIRECTION" پیدا کریں۔ اکثر مشاہدہ میں آیا ہے کہ اصل منزل کو چھوڑ کر غیر ضروری امور اور غیر اہم امور میں بہت سارا وقت گنوا دیا جاتا ہے۔ جو بھی کام سپرد ہو اس کو حصوں میں تقسیم کریں اور ہر حصہ کو اس کی اہمیت کے مطابق وقت دیں۔

۴. بردباری و اطمینان بوقت امتحان

مشکل اور کٹھن لمحات کا آنا زندگی کا ایک اہم اور لازمی حصہ ہے۔ ان لمحات میں اطمینان اور حوصلہ کے ساتھ صورت حال کو جانچنے اور موقع کی مناسبت سے لائحہ عمل اختیار کرنے کی صلاحیت پیدا کریں۔ مشہور مقولہ ہے کہ "مشکل میں گھبرانا سب سے بڑی مشکل ہے" سب سے ضروری امر یہی ہے کہ اپنے اعصاب اور قویٰ پر قابو رکھیں اور پورے اطمینان اور سکون کے ساتھ فیصلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کریں اور پھر اس پر کاربند ہو جائیں۔

۵. تنقید

اپنے ارد گرد بسنے والے لوگوں اور ساتھیوں کو اپنے افعال اور اعمال پر تنقید کرنے کا حق دیں اور ان کی تنقید کو صحتمند اور کھلے ذہن کے ساتھ قبول کریں اور اس کا مقابلہ کرنے کی اپنے میں ہمت پیدا کریں۔ ان کی تنقید میں کوئی مثبت پہلو دیکھیں تو اسے

اپنائیں اور اس کی مطابقت میں اپنے طرز عمل اور طرز فکر میں تبدیلی پیدا کرنے کی استطاعت اپنے اندر پیدا کریں۔

۶۔ دوسروں کے خیالات سننا

اپنے ساتھیوں کو اعتماد میں لینے اور ان کو فیصلوں میں شریک کرنے کا طریق کار اپنائیں۔ ان کی رائے کو سننے اور انصاف کے ترازو میں تولنے کی صلاحیت پیدا کریں۔

۷۔ بھروسہ و اعتماد

اپنے آپ پر اعتماد اور بھروسہ کرنے کا وطیرہ اختیار کریں۔ اپنی صلاحیتوں کا تنقیدی نظر سے جائزہ لینے کا اپنے اندر حوصلہ پیدا کریں اور اپنے آپ میں جو کمزوری اور کمی دیکھیں اسے دور کرنے کے لئے اپنے اندر عزم پیدا کریں۔

اسی طرح اپنے ساتھیوں پر بھروسہ اور اعتماد کرنے کی عادت اپنائیں۔ انہیں ان کی صلاحیتوں کی نشوونما کے لئے صحتمند ماحول مہیا کریں۔ ان کی ترقی آپ کی تنزلی کا پیش خیمہ نہیں بلکہ آپ کو مزید بلندیوں کی طرف دھکیلنے کی دہلیز ثابت ہوگی۔

۸۔ محل شناسی

موقع محل کو پہچاننے اور اس کے مطابق اپنے پلان میں ردو بدل کرنے کا وصف اختیار کریں۔ بر موقع اور بر محل کیا ہوا عمل سالوں کی مسافتوں اور عمل کو دنوں اور مہینوں میں طے کروا دیتا ہے۔ وقت کی نبض کو پہچاننے کی صلاحیت ان گنت مشکلات اور پریشانیوں سے نجات کا سبب بن جاتی ہے۔

اسی طرح جو احباب آپ کے ارگرد بستے ہیں اور جن سے آپ کو کاروبار زندگی کے سلسلہ میں واسطہ پڑتا ہے ان کے مزاج آشنا بنیں اور یہ جاننے کی کوشش کریں کہ کون کس طرح اور کس طریق پر بات کو سمجھتا ہے انہیں اس طریق سے سمجھانے کی اہلیت پیدا کریں۔

۹۔ احتیاط

محتاط اور جچا تلا انداز فکر و عمل اپنائیں۔ غیر ضروری رسک لینے کی عادت کو ترک کردیں مگر جہاں محسوس کریں کہ رسک لینا لازم ٹھہرا ہے تو پھر بغور مطالعہ کرنے اور جائزہ لینے کے بعد ضرور رسک لیں۔ مگر ایسے لمحات میں بھی احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔

۱۰۔ علم

جو کام بھی کریں اس کے بارہ میں مکمل آگہی حاصل کرنے کی کوشش کریں جو کام آپ کر رہے ہوں اس کام کے فوائد اور نقصانات آپ کی نظر میں ہونے چاہئیں۔ جو ممکنہ مشکلات پیش آسکتی ہیں ان کا علم حاصل کریں اور پھر ان کے مداوا کا سامان کرنے کی عادت اختیار کریں۔ علم، تجربہ، مشق اور اطلاع کے مجموعے کا دوسرا نام ہے ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ پر اہم اور ضروری ہے۔ ان تمام اوصاف کے علاوہ سب سے ضروری اور اہم وصف خوش مزاجی ہے۔ مشکلات و پریشانی کو مسکراتے چہرے کے ساتھ خوش آمدید کہنے اور شادمانی کے ساتھ اس کو الوداع کہنے کا وصف اپنے آپ میں پیدا کریں۔ اپنی نادانیوں اور غلطیوں کو تسلیم کرنے اور ان سے حظ اٹھانے کا حوصلہ پیدا کریں۔

قارئین! یہ تمام نکات صحیفہ آسمانی نہیں ہیں۔ اگر آپ ان میں سے کسی وصف کے بارے میں خیال کرتے ہیں کہ یہ غیر ضروری ہے تو مسکراتے چہرہ کے ساتھ اسے رد کرکے اس سے بہتر اصول اور ضابطے کو تلاش کریں اور اس پر عمل پیرا ہوں۔

کھیل کے میدان سے

باسکٹ بال

○ ارجنٹائن کے شہر بیونس آئرس میں عالمی کپ باسکٹ بال ٹورنامنٹ کے فائنل میں یوگوسلاویہ نے روس کو ۷۴ کے مقابلے میں ۹۲ پوائنٹس سے شکست دے کر عالمی چیمپئن بننے کا اعزاز حاصل کیا۔

○ شارجہ آئی سی سی کا باقاعدہ رکن بن گیا ہے۔ اس طرح اب عرب امارات عالمی کرکٹ کے بارے میں فیصلوں کے لئے اپنا ووٹ دے سکے گا اور آئی سی سی ٹرافی ٹورنامنٹ میں حصہ بھی لے سکے گا۔

گڈ ویل گیمز (خیر سگالی کھیل)

حالیہ گڈ ویل گیمز میں ۳۶ ممالک نے حصہ لیا۔ یہ مقابلے امریکہ میں ہوئے۔ ان مقابلوں میں کئی دلچسپ ریکارڈ بنے اور ٹوٹے۔ ان مقابلوں میں روس ۱۸۸ تمغے حاصل کرکے سر فہرست رہا جن میں ۶۶ طلائی، ۶۸ نقرئی اور ۵۴ کانسی کے تمغے شامل ہیں۔ امریکہ نے ۱۶۱ تمغے حاصل کرکے دوسری پوزیشن حاصل کی۔ مغربی جرمنی نے ۴۲ تمغے حاصل کئے اور تیسرا نمبر حاصل کیا۔

ان مقابلوں کے اختتامی روز میرائے بورن نے دنیا کے تیز ترین ایتھلیٹ کارل لوئیس کو ۱۰۰ میٹر کی دوڑ میں شکست دے دی۔

سکواش

مشہور پاکستانی کھلاڑی جان شیر نے پانچویں مرتبہ سنگاپور اوپن چیمپئن شپ جیت لی۔ اس کے بعد انہوں نے نیوزی لینڈ اوپن ٹورنامنٹ بھی جیت لیا۔ اور پھر مسلسل چوتھی مرتبہ ہانگ کانگ اوپن بھی جیت لی۔

اس سے قبل آسٹریلین اوپن میں جان شیر نے شرکت کی اور سیمی فائنل میں روڈنی مارٹن کے ہاتھوں مات کھاگئے۔ ان دو فتوحات کے باوجود جان شیر عالمی درجہ بندی میں دوسرے نمبر پر ہیں اور جہانگیر خان بدستور پہلے نمبر پر ہیں۔

کرکٹ

ویسٹ انڈیز کی ٹیم ہینز کی قیادت میں پاکستان آرہی ہے۔ رچرڈ بیمار ہونے کے سبب اس ٹیم میں شامل نہیں۔ ویسٹ انڈیز کا پروگرام کچھ یوں ہوگا۔

۱۶ تا ۲۱ نومبر پہلا ٹیسٹ ساہیوال

۲۴ تا ۲۹ نومبر دوسرا ٹیسٹ فیصل آباد

۷ تا ۱۲ دسمبر تیسرا ٹیسٹ لاہور

اس کے علاوہ تین ون ڈے میچ اور دو تین روزہ میچ بھی پروگرام میں شامل ہیں۔

اکتوبر میں آسٹریلیا کی ٹیم انگلینڈ کی میزبانی کرے گی اور فروری تک یہ دورہ جاری رہے گا جس میں پانچ ٹیسٹ میچ، کئی فرسٹ کلاس میچ اور ون ڈے کی سیریز بھی شامل ہے۔

پروگرام یہ ہے۔

۲۳ تا ۲۷ نومبر پہلا ٹیسٹ برسبین

۲۶ تا ۳۰ دسمبر دوسرا ٹیسٹ میلبورن

۴ تا ۸ جنوری ۹۱ تیسرا ٹیسٹ سڈنی

۲۵ تا ۲۹ جنوری چوتھا ٹیسٹ ایڈلیڈ

یکم تا ۶ فروری پانچواں ٹیسٹ پرتھ

اس کے علاوہ ۱۳ سائڈ میچز بھی ہوں گے۔

انگلینڈ، بھارت سیریز کے اہم اعداد و شمار

○ سیریز میں مجموعی طور پر پندرہ سینچریاں سکور کی گئیں جو تین ٹیسٹ کی سیریز میں زیادہ سے زیادہ سینچریاں بننے کا ایک نیا ریکارڈ ہے۔

○ انگلستان کی جانب سے نو اور بھارت کی جانب سے چھ سینچریاں سکور کی گئیں۔ سینچریاں بنانے میں گراہم گوچ سر فہرست رہے جنہوں نے تین سینچریاں سکور کیں۔ ان کے علاوہ لیمب، سمتھ، محمد اظہر الدین اور شاستری نے دو دو سینچریاں سکور کیں۔ آتھرٹن، گاور، کپل دیو اور ٹنڈولکر نے ایک ایک سینچری بنائی۔

○ انگلینڈ کی طرف سے بیٹنگ اوسط کے لحاظ سے رابن سمتھ سر فہرست رہے انہوں نے ۱۸۰۰۵ کی اوسط سے ۳۶۱ رنز بنائے۔ رنز کی مجموعی تعداد کے لحاظ سے سیریز کے سب سے کامیاب کھلاڑی گراہم گوچ ثابت ہوئے جنہوں نے ۷۵۲ رنز ۱۲۵۰۳۳ کی اوسط سے بنائے۔

○ بھارت کی جانب سے کپتان محمد اظہر الدین اوسط اور رنز کی مجموعی تعداد کے لحاظ سے سر فہرست رہے۔ اظہر نے تین ٹیسٹ کی پانچ اننگز میں ۸۵۰۲۰ کی اوسط سے ۴۲۶ رنز بنائے۔

○ انگلستان کی طرف سے طویل ترین اننگز گراہم گوچ نے کھیلی انہوں نے لارڈز ٹیسٹ میں ۳۳۳ رنز بنائے۔ بھارت کی جانب سے طویل ترین اننگز روی شاستری نے کھیلی۔ شاستری نے اوول ٹیسٹ کی پہلی اننگز میں ۱۸۷ رنز بنائے۔

○ انگلستان کے سب سے کامیاب باؤلر فریزر ثابت ہوئے جنہوں نے ۲۸۰۷۵ کی اوسط سے ۱۶ وکٹیں حاصل کیں۔ بھارت کی جانب سے کامیاب باؤلر نریندر ہروانی رہے جنہوں نے ۶۵۰۱۱ کی اوسط نو وکٹیں حاصل کیں۔

○ انگلینڈ نے لارڈز کے میدان پر ۶۵۳ رنز بنائے جو کہ انگلش ٹیم کا سیریز میں ایک اننگز کا زیادہ سے زیادہ سکور رہا۔ یہ انگلستان کا بھارت کے خلاف ایک نیا ریکارڈ بھی ہے۔ بھارت نے اننگز میں زیادہ سے زیادہ ۶۰۶ رنز اوول ٹیسٹ میں بنائے جو کہ بھارت کا انگلستان کے خلاف ایک نیا ریکارڈ بھی ہے۔

○ انگلینڈ کی مکمل اننگز کا کم سے کم سکور ۳۴۰ رنز رہا جو اس نے اوول میں کھیلے گئے ٹیسٹ میں بنایا۔ بھارت کا مکمل اننگز کا کم سے کم سکور ۲۲۴ رنز رہا جو اس نے لارڈز میں کھیلے گئے پہلے ٹیسٹ میں بنایا۔

○ گراہم گوچ نے تین ٹیسٹ کی سیریز میں سب سے زیادہ رنز بنانے کا عالمی ریکارڈ قائم کیا وہ ایک ہی ٹیسٹ میں ٹرپل سینچری اور سینچری بنانے والے دنیا کے پہلے بیٹسمین بنے۔ انہوں نے لارڈز ٹیسٹ میں مجموعی طور پر ۴۵۶ رنز بنا کر ایک ہی ٹیسٹ میں زیادہ سے زیادہ رنز بنانے کا عالمی ریکارڈ قائم کیا۔ گوچ انگلش ٹیسٹ سیزن میں ہزار رنز مکمل کرنے والے دنیا کے پہلے کھلاڑی بنے۔

○ بھارت کے آل راؤنڈر کپل دیو نے لارڈز ٹیسٹ میں ایک اوور میں چار چھکے لگانے اور زیادہ سے زیادہ رنز بنانے کا عالمی ریکارڈ بنایا۔

○ ساچن ٹنڈولکر عمر میں صرف چند روز بڑے ہونے کے باعث دنیا کے کم عمر ترین ٹیسٹ سینچری میکر مشتاق محمد کا ریکارڈ نہ توڑ سکے۔

○ انگلستان کی جانب سے گراہم گوچ اور بھارت کی جانب سے اظہر الدین "مین آف دی سیریز" قرار پائے۔

انشاء اللہ نومبر کے شمارے میں ایشیئن گیمز اور پاکستان کا دورہ کرنے والی کرکٹ ٹیم کی خبروں کے ساتھ ساتھ دوسری عالمی کھیلوں کی خبریں لے کر حاضر ہوں گے۔

چند مختصر خبریں

○ اس سال چیمپیئنز ٹرافی ہاکی ٹورنامنٹ مغربی جرمنی میں ۱۷ نومبر سے شروع ہوگا۔ افتتاحی میچ پاکستان اور مغربی جرمنی کے درمیان کھیلا جائے گا۔

○ فرسٹ کلاس کرکٹ میں تیز ترین سینچری بنانے والے آسٹریلوی کھلاڑی ٹام موڈی نے ایک اور نیا ریکارڈ قائم کیا۔ ان کا یہ ریکارڈ وارک شائر کی جانب سے کم سے کم اننگز میں ہزار رنز بنانے کا ہے۔ انہوں نے یہ ہدف ایجبسٹن کے مقام پر لیسٹر شائر کے خلاف کھیلتے ہوئے اپنے آٹھویں میچ میں پار کیا

گینز بک آف ریکارڈ ۹۰ء

ترجمہ و تحریر: سید مبشر احمد ایاز

○ کرکٹ کے میدان میں سب سے بڑی فتح ایک اننگز اور ۸۵۱ رنز کی ہے جبکہ پاکستان ریلوے نے ۶ وکٹوں پر ۹۱۰ رنز بنا کے اننگ ڈیکلیئر کردی اور اس کے مقابلہ میں ڈیرہ اسماعیل خان نے ۳۲ اور ۲۷ سکور کیا۔ (لاہور دسمبر ۱۹۶۴ء)

○ ٹیسٹ کرکٹ میں انگلستان نے ایک اننگ اور ۵۷۹ سکور سے آسٹریلیا کو شکست دی۔ (اوول۔ انگلینڈ، اگست ۱۹۳۸ء)

○ انفرادی سکور سب سے زیادہ حنیف محمد ۴۹۹ کراچی کی طرف سے بہاولپور کے خلاف (جنوری، ۱۹۵۹ء)

○ ایک اوور میں سب سے زیادہ رنز سر گیری سوبرز۔ چھ بالوں پر ۳۶ سکور (اگست ۶۸ء)

روی شاستری (انڈیا) نے بھی جنوری ۸۵ء میں یہ سکور کیا تھا۔

○ ایک بال پر سب سے زیادہ سکور ۱۰

○ ایک اننگ میں سب سے زیادہ چھکے ۱۵ (JOHN REID نے لگائے) جبکہ ٹیسٹ میں WALTER HAMOND نے ایک اننگ میں ۱۰ چھکے لگائے۔

○ سب سے سست ایک رن ایک گھنٹے اور ۳۷ منٹ میں انگلینڈ کے THOMAS GODFREY نے آسٹریلیا کے خلاف (فروری ۴۷ء میں)

○ سست ترین سینچری پاکستان کے مدثر نذر نے انگلینڈ کے خلاف ۹ گھنٹے ۵۱ منٹ میں (لاہور، ۱۹۷۷ء)

○ سب سے زیادہ کمانے والا کھلاڑی "جس کا نام گنز بک آف ریکارڈ ۱۹۹۰ء" میں لکھا گیا وہ MARTINA NAVRATILOVA (ٹینس) ہے جس نے ۱۹۸۸ء میں کھیل سے ۱۳ ملین امریکن ڈالر کمائے۔

○ باسکٹ بال کے کسی انٹرنیشنل میچ میں سب سے زیادہ اسکور عراق نے یمن کے خلاف ۳۳ کے مقابلہ میں ۲۵۱ پوائنٹس سکور کئے۔ (نئی دہلی میں نومبر ۸۲ء کی ایشیئن گیمز کے دوران)

○ باکسنگ کا سب سے طویل مقابلہ ۷ اپریل ۱۸۹۳ء میں ہوا جو کہ ۱۱۰ راؤنڈز پر مشتمل تھا اور ۷ گھنٹے ۱۹ منٹ جاری رہا۔

○ باکسنگ کا سب سے چھوٹا مقابلہ نومبر ۱۹۴۷ء میں (امریکہ میں) ہوا جو صرف ۴ سیکنڈ جاری رہا اور فیصلہ ہوگیا۔

خلاء میں پیدائش

شمالی نصف کرہ میں فلکی بہار کے پہلے دن ۲۲ مارچ کو مدار میں ایک زبردست اہمیت کا واقعہ ہوا: بھورے انڈے میں تڑک ہوئی اور بٹیر کا بچہ انڈے سے باہر نکل آیا۔

یہ قدرتی بات ہے کہ تجربات کے نتائج سے اب تمام ملکوں کے سائنسدان واقف ہیں۔ ان لوگوں نے جو خلائی کھوج کے امکانات کا تھوڑا بہت علم رکھتے ہیں بہت دلچسپی دکھائی۔ حقیقت یہ ہے کہ ابتدائی خلائی پروازوں کو تیار کرنے والوں نے اور سب سے پہلے کنستنتن تسیولکوفسکی نے یہ پیشگوئی کی کہ پروازوں کی مدت مسلسل بڑھے گی اور انسان خلائی جہازوں کے اندر ارضی ماحول پیدا کرے گا۔ اسے غذا کے لئے تازہ سبزیاں اگانی، سانس لینے کے لئے آکسیجن پیدا کرنی ہوگی یہاں تک کہ غذا میں گوناگوئی کے لئے وہ چھوٹے گھریلو جانور جیسے خرگوش اور مرغی پیدا کرے گا۔

اگرچہ ابھی تک طویل خلائی پروازیں مستقبل سے تعلق رکھتی ہیں (مریخ تک انسان بردار پرواز کا تصور اگلی صدی کے لئے ہے) لیکن ماہرین حیاتیات بتدریج خلا میں "تھوڑی بہت دھرتی" پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سوویت اسپوتنک "کوسموس" پر ۱۹۷۹ء میں جو تجربہ کیا گیا وہ ایک ایسا ہی قدم تھا۔ تب سوویت اور چیک ماہرین نے خلا میں ایک بٹیر بھیجا تا کہ خلا میں چوزے کے جنین کے ارتقاء کے امکان کا مطالعہ کیا جائے اور زمین پر انڈے سے سالم چوزہ نکالا جائے۔ تجربہ امید افزا ثابت ہوا اور سائنس دانوں نے اپنا کام جاری رکھا وہ چاہتے تھے کہ چوزہ خلا ہی میں انڈے سے باہر نکلے۔ اس مقصد کے لئے "بٹیر" کو جسے سوویت اور چیک ماہرین نے تیار کیا تھا "میر" مجموعے میں نصب کیا گیا۔

جب عملہ مدار پر تھا تو ایک کنٹینر میں دوسرے اسباب کے ساتھ جاپانی بٹیروں (یہ قسم نہ صرف جاپان بلکہ سوویت مشرق بعید میں بھی پائی جاتی ہے) کے ۴۸ زرخیز "انڈے" خلا میں بھیجے گئے۔ خلا نوردوں کا کام یہ تھا کہ وہ انہیں انڈوں سے بچے نکالنے والے آلے میں رکھیں اور نتائج کا انتظار کریں۔

اور وہ وقت آگیا: ایک۔۔۔دو۔۔۔تین۔۔۔۸ چوزے انڈوں سے نکلے۔ باقی انڈوں کا کیا ہوا اس کا پتہ زمین پر چلے گا جہاں تجربے سے تعلق رکھنے والے تمام مادوں کا مطالعہ کیا جائے گا۔ یہ ایک بے نظیر موقع ہے۔ پہلی بار سائنسدان زندہ شے کے جنین کے ارتقا کا مطالعہ کریں گے جو بے وزنی کی حالت میں ہوا۔

انتظار شدید تھا۔ لیکن ٹھیک ۱۷ویں دن، جیسا کہ تمام بٹیروں کے ساتھ ہوتا ہے، مدار پر پہلا انڈا تڑخا۔ ماہرین کی خوشی کی انتہا نہ رہی جب دھرتی پر بھی زیر کنٹرول انڈے سے چوزے نکالنے والے انکو بیٹر سے پہلا چوزہ باہر نکلا!

"بٹیر کے آٹھ چوزے ایک دوسرے کے بعد انڈوں سے نکلے۔ دو انڈے کے خول سے باہر نہیں نکل سکے۔ وہ مکمل طور پر ایک عام اور صحت مند چوزے کی طرح تھا۔ خلا نورد کی ہتھیلی پر بیٹھے ہوئے تیز روشنی میں اس نے آنکھیں جھپکائیں، اپنا سر ادھر ادھر موڑتا رہا، ایک ٹیوب میں غذا پر چونچ ماری، بڑے ٹکڑے اٹھائے، سر پیچھے کیا اور انہیں نگل گیا"۔

چیمبر پنجرے میں حالات اس کے لئے اچھے نہ تھے: انجینیئروں نے ہوا کا جو دباؤ ڈیزائن کیا تھا وہ چوزے کو سوراخ دار فرش تک دبا اور استحکام پیدا نہیں کر سکا۔ چنانچہ نوزائیدہ "خلا نورد" نے ناقابل تصور لڑھکیاں کھائیں۔ بعض وقت فرش کو چھوتا، اسے اپنے پنجوں سے تیزی سے دھکیل دیتا اور پھر چھت کی طرف اٹھتا۔ افسوس ہے ٦ چوزوں میں سے صرف ۲ زندہ رہے۔ بعد میں وہ بھی مر گئے۔ چوزے اور ارتقاء کی مختلف منزلوں میں ان کے جنین ماہرین حیاتیات کے لئے اب اہم سائنسی مواد ہیں۔ انجینیئروں کو بھی اپنے ذہن پر زور دینا پڑے گا۔ نوزائیدہ چوزوں کو چلنا "سکھانا" چاہیئے۔

(بشکریہ رسالہ "سوویت یونین")

اخبار مجالس

سالانہ اجتماع فرانس

مجلس خدام الاحمدیہ فرانس کا چوتھا سالانہ اجتماع مؤرخہ ۱۴-۱۵ جولائی ۱۹۹۰ء کو منعقد ہوا۔ اس موقع پر اجتماع کی حوصلہ افزائی کی خاطر حضور پر نور ایدہ اللہ نے ازراہ شفقت درج ذیل پیغام بھجوایا۔ (اس کا ترجمہ پیش خدمت ہے)

"میرے پیارے خدام!
السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ
مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ فرانس اپنا چوتھا سالانہ اجتماع مؤرخہ ۱۴-۱۵ جولائی ۱۹۹۰ء کو منعقد کر رہی ہے۔ میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اس موقع پر آپ کو اپنی ڈھیروں برکات سے نوازے اور ہر لحاظ سے اسے کامیاب کرے۔

اس موقع پر میرا پیغام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو انعامات ہمیں مسلسل مل رہے ہیں آپ سب کوشش کریں کہ اس کی قدر کرنے والے بنیں۔ جب آپ خدائی برکات پر غور کریں گے تو اس غور کے نتیجے میں ایک پیدا کرنے والے خدا سے محبت اور بھی بڑھے گی اور جب محبت بڑھے گی تو آپ وقت، مال، عزت، عظمت اور ہر پسندیدہ چیز کو قربان کرتے ہوئے بہت زیادہ خوشی محسوس کریں گے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ آپ سب کی دلی مرادیں اور اللہ تعالیٰ کی خواہشیں ایک ہی خط پر چل سکیں۔ کیونکہ صرف یہی وہ طریق ہے جس سے احمدیت اور ۔۔۔۔۔(دین حق۔ مترجم) دوسرے مذاہب پر غالب آسکتا ہے۔

مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع"

اس میں علمی و ورزشی مقابلہ جات بھی منعقد ہوئے اور کامیاب ہونے والے خدام و اطفال میں انعامات تقسیم کئے گئے۔

ضلع جھنگ

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع جھنگ کے قائدین و اراکین عاملہ کا ریفریشر کورس ۳۰ اگست ۱۹۹۰ء کو ایوان محمود میں رات ۹ بجے تا ۱۰-۳۰ منعقد ہوا۔ اس میں نائب صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے خطاب فرمایا۔ نیز مہتممین صاحبان نے اپنے اپنے شعبہ کے متعلق کام کرنے کی ہدایات دیں۔
۱۴ جولائی کو ایک پکنک کا پروگرام کیا گیا جس میں کلائی پکڑنا، اونچی چھلانگ، لمبی چھلانگ اور پیراکی کے مقابلے ہوئے۔ اس میں گلی نوے ۴۹ اور جھنگ شہر کے خدام و اطفال شامل ہوئے۔

پکہ نسوانہ

مؤرخہ ۲۳-۲۴ اگست کو ایک اجتماعی کلاس کا انعقاد کیا گیا۔ علماء کی تقریر کے علاوہ اس میں علمی و ورزشی مقابلہ جات بھی کرائے گئے۔ ٹوٹل حاضری ۲۷۶ رہی جس میں ۴۰ غیر از جماعت دوست بھی شامل ہوئے۔

شور کوٹ

مؤرخہ ۱۲ جولائی کو شور کوٹ میں ایک تربیتی کلاس ہوئی جس میں جھنگ اور چک ۴۹۷ کی مجالس کے خدام شامل ہوئے۔ کل حاضری ۵۵ خدام پر مشتمل تھی۔ کلاس سے اگلے روز ۱۳ جولائی کو

پکنک منائی گئی۔

ضلع پشاور

مؤرخہ ۱۵ جون ۹۰ء کو مجلس خدام الاحمدیہ ضلع پشاور نے شیخ محمدی میں فری میڈیکل کیمپ لگایا جس میں مکرم ناظم صاحب خدمت خلق ڈاکٹر نعیم احمد صاحب کے ہمراہ تین لیڈی ڈاکٹر دو L-H-V اور تین معاونین شامل ہوئے اور کیمپ صبح آٹھ بجے سے دو بجے دوپہر تک جاری رہا۔ ۵۰۰ مریضوں کا طبی معائنہ کیا اور ان کو مفت ادویات دی گئیں۔

ضلع لاہور

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور نے مؤرخہ ۱۵ جولائی تا ۲۲ جولائی ۱۹۹۰ء ہفتہ اشاعت منعقد کیا۔ جس میں شعبہ اشاعت کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ بہتری کے لئے کام کیا گیا۔ منتظمین اشاعت کے ساتھ میٹنگز کی گئیں۔ ماہنامہ خالد و تشحیذ کی ایجنسیوں کے بقایاجات کی وصولی، اشتہارات اور مالی معاونت کے سلسلہ میں سعی کی گئی۔

شعبہ خدمت خلق ضلع لاہور کے تحت یکم مئی ۱۹۹۰ء کو ایک بلڈ گروپنگ کیمپ لگایا گیا۔ اس میں ۷۵ خدام و اطفال کی بلڈ گروپنگ کی گئی۔ اسی طرح ۱۴ اور ۱۸ مئی کو فری میڈیکل کیمپ لگایا گیا جس میں ۲۵ اور ۸۷ مریضوں کا علاج کیا گیا۔

وحدت کالونی

مؤرخہ ۲۴ جولائی تا ۳۱ جولائی ہفتہ ریفریشر کورسز کا اہتمام کیا گیا۔ اس ہفتہ کے دوران حلقہ جات اور مجلس کی سطح پر عہدیداران کے آٹھ ریفریشر کورسز کروائے گئے۔

ضلع کراچی

شعبہ خدمت خلق مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی نے عید کے موقع پر ۱۸۷ کلو گوشت جمع کر کے غرباء میں تقسیم کیا۔ کھالیں جمع کرنے کے لئے ۱۹ مراکز قائم کئے۔ بکرے کی ۹۵، دنبے کی چوبیس اور گائے کی ۴۰ کھالیں جمع کی گئیں اور انہیں فروخت کر کے ۸۲۷۰ روپے وصول کئے گئے۔

سٹیل ٹاؤن

مجلس خدام الاحمدیہ سٹیل ٹاؤن کراچی کے زیر اہتمام مؤرخہ ۲۰ تا ۲۷ جولائی ہفتہ تربیت منایا گیا۔ جس میں پانچ بنیادی اخلاق اور اخلاق حسنہ کے موضوعات پر تقریریں کروائی گئیں۔

ڈرگ روڈ

شعبہ خدمت خلق کے تحت عید الاضحیٰ کے موقع پر ۷ خدام نے غرباء میں گوشت تقسیم کیا۔ نیز ۳۵ کھالیں جمع کر کے قیادت ضلع کو دیں۔

شعبہ صحت جسمانی کے تحت فضل عمر بین المجالس ٹورنامنٹ میں شرکت کی اور رسہ کشی، گولہ پھینکنا، تھالی پھینکنا اور ۱۵۰۰ میٹر دوڑ میں نمایاں پوزیشنیں حاصل کیں۔

ڈیرہ غازیخان

علاقہ ڈیرہ غازیخان کے تحت مؤرخہ ۲۶-۲۷ جولائی کو علاقائی تربیتی ریفریشر کورس منعقد کیا گیا۔ جس میں ڈیرہ غازیخان، مظفر گڑھ، راجن پور اور لیہ کے قائدین مجالس، ناظمین اطفال اور داعیان خصوصی نے شرکت کی۔ مرکز کی طرف سے صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان اور اور معتمد صاحب خدام الاحمدیہ پاکستان نے شمولیت فرمائی۔

ضلع فیصل آباد

ضلع بھر میں ۲۲ مقامات پر ۸۳ تربیتی کلاسز کا منعقد کی گئیں۔ ان کلاسز سے ۱۲۳۲۳ احباب نے فائدہ اٹھایا۔ اسی طرح ضلع بھر میں ۲۲ یوم والدین میں ۳۰۰۱ احباب نے شرکت کی۔ مؤرخہ ۲۶-۲۷ جولائی ضلع کا دو روزہ سالانہ اجتماع منعقد ہوا اس

میں مرکز کی طرف سے دو نمائندگان نے شرکت فرمائی۔

گ ب ۵۶۳ شرقی جڑانوالہ

مؤرخہ ۶ اگست کو ۱۶ خدام اور ۴ اطفال نے نئے احمدیہ قبرستان کے گرد ۳۲۵ فٹ لمبی اور ۲ فٹ اونچی دیوار ۸ گھنٹے وقار عمل کر کے بنائی۔

۱۸۳ مراد ضلع بہاولپور

مؤرخہ ۳ اگست کو ایک تربیتی کلاس ہوئی جس میں مجلس کے تمام خدام کے علاوہ ۱۲ غیر از جماعت احباب نے شرکت فرمائی۔ مکرم قائد صاحب ضلع اور مربیان کرام نے بھی شرکت فرمائی۔

گوجر خان

مؤرخہ ۲۱-۲۲ جون کو مجلس گوجر خان نے اپنا سالانہ اجتماع منعقد کیا۔ قریب کی پانچ مجالس نے بھی شرکت کی۔ مکرم امیر صاحب ضلع نے افتتاحی خطاب میں خدام و اطفال کو نصائح کیں اسی طرح مربی صاحب راولپنڈی اور مربی صاحب گوجر خان نے بھی خطابات کئے۔

قابل تقلید مجلس

شعبہ اعتماد کے زیر انتظام مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ سرگودھا کا ایک ریفریشر کورس مؤرخہ ۲ اگست کو ہوا۔ اس ریفریشر کورس میں ضلعی مجلس عاملہ نگران حلقہ جات اور ضلع سرگودھا کی بڑی بڑی مجالس کے قائدین سمیت پچاس عہدیداروں نے شرکت کی۔

اجلاس میں شعبہ اعتماد، تعلیم، تربیت، اطفال، خدمت خلق، اشاعت، صحت جسمانی، وقار عمل، صنعت و تجارت، عمومی کے شعبہ جات، مرکزی عہدیداروں نے بڑی تفصیل سے سمجھائے اور کام کرنے کا طریق کار بتایا گیا۔ آخر میں صاحب صدر نے خطاب فرمایا اور دعا کروائی۔

مؤرخہ ۹۰-۸-۳ بروز جمعۃ المبارک ریفریشر کورس کا دوسرا اجلاس مکرم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان ربوہ کی صدارت میں صبح ۹ بجے شروع ہوا۔ اس اجلاس میں شعبہ اصلاح و ارشاد، مال، رسالہ خالد و تشحیذ الاذہان کے مرکزی عہدیداروں نے اپنے اپنے شعبہ جات تفصیل سے سمجھائے اور آخر میں صدر صاحب نے عمومی جائزہ لیا اور اختتامی خطاب فرمایا۔ بعد میں ضلعی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا جس میں مجلس کے کاموں کا خاکسار نے جائزہ لیا اور اگلے ماہ کے پروگرام ترتیب دئے گئے۔

(مورخہ ۵ ستمبر تک موصول ہونے والی رپورٹس کا خلاصہ)

مرتبہ ظہیر احمد خان

انعامی مقابلہ معلومات نمبر 5

1۔ آنحضرتؐ کے اس صحابیؓ کا نام بتائیں جو حلیہ میں آپؐ سے بہت مشابہ تھے؟

2۔ ہجرت مدینہ کے بعد سب سے پہلے پیدا ہونے والے مسلمان بچے کا نام لکھیں؟

3۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے کن دو رفقاء کو وہ دو فرشتے قرار دیا تھا جن کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مسیح نے آنا تھا؟

4۔ فریاد درد، دافع الوساوس، تقویۃ الایمان اور تحفہ شہزادہ ویلز کے مصنفین کا نام لکھیں؟

5۔ اکتوبر 90ء کے رسالہ خالد میں لفظ "احمد" کتنی مرتبہ آیا ہے؟

6۔ اگر 5=2، 18=4، 39=6، 68=8 تو پھر ؟=10

7۔ احمدیت گزشتہ سال 120 ممالک میں پہنچ چکی تھی اور امسال 124 ممالک میں۔ ان نئے چار ممالک کے نام لکھیں۔

8۔ ان شہروں کے ملک بتائیں۔ ترانہ، بن غازی، دار السلام، برن

9۔ عراق نے کویت پر قبضہ کرنے کے بعد اسے اپنا ایک صوبہ قرار دے دیا بتائیے یہ عراق کا کونسا صوبہ ہے (تعداد یعنی نمبر کے لحاظ سے)

10۔ کس ملک کے وزیر تعلیم نے احمدیت قبول کی ہے جس کا ذکر حضور ایدہ اللہ نے انگلستان کے حالیہ جلسہ سالانہ میں فرمایا تھا۔

○ صحیح حل بھیجنے کی آخری تاریخ 10 نومبر ہے۔

○ تمام ان دوستوں کی خدمت میں انعام روانہ کیا جائے گا جن کے حل درست ہوں گے۔

مدیر "خالد" دار الصدر جنوبی ایوان محمود ربوہ پوسٹ کوڈ نمبر 35460

صحیح حل انعامی مقابلہ نمبر ۳

۱۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر ہونے کی وجہ سے "شیخین" بھی کہا جاتا ہے۔ سورۃ "الفلق" اور سورۃ "الناس" کو معوذتین کہا جاتا ہے اور حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں آئی تھیں۔

۲۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت مدینہ کے وقت آپ نے اپنے نطاق کے دو حصے کئے اور ایک حصے میں آپ کے لئے کھانا باندھا)

۳۔ ۱۰ جون ۸۸ء۔ پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی ہلاکت

۴۔ سیالکوٹ

۵۔ برطانیہ

۶۔ امریکہ۔ ۱۴

۷۔ ہندوستان، امریکہ

۸۔ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری اور حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب خادم

۹۔ ۱۲۱

۱۰۔ پاکستان، ہندوستان، سری لنکا، نیپال، انڈونیشیا

اس ماہ ہمیں مقابلہ معلومات نمبر ۳ کے کل ۳۴ حل موصول ہوئے ان میں سے صرف تین نام ایسے تھے جنہوں نے سو فیصد نمبر حاصل کئے اور وہ یہ ہیں۔

انس احمد (دارالصدر جنوبی ربوہ) مظفر احمد (اٹک) رفیق مبارک میر (دارالحمد لاہور)

اس دفعہ وہ حل بھی درست قرار دئے ہیں جنہوں نے ساڑھے نو نمبر حاصل کئے۔ وہ بھی انعام کے مستحق قرار دئے گئے وہ ۱۱ ہیں

ملک نور احمد (دارالصدر جنوبی ربوہ) عطاء الرحیم زاہد (دارالصدر جنوبی ربوہ) مبشر احمد (دارالصدر جنوبی ربوہ) میر شفیق محمود طاہر (علوم غربی ربوہ) محمد سعید منگلا (صدر شرقی ربوہ) نور احمد (دارالصدر جنوبی ربوہ) نعمت اللہ بشارت (علوم شرقی ربوہ) ناصر احمد مظفر (علوم وسطی ربوہ) نور احمد (دارالصدر جنوبی ربوہ) طاہر احمد قمر (ٹیکسلا) مسرور احمد معین (ڈرگ کالونی کراچی)

علاوہ ازیں ۸ یا ۹ نمبر حاصل کرنے والوں کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

عبدالرحمان (دارالصدر جنوبی ربوہ) سہیل احمد قمر (علوم وسطی ربوہ) عبدالشکور (۱۶۱۔ مراد) اطہر رشید (ٹیکسلا) عامر لطیف عمران (دارالرحمان ربوہ) کلیم اللہ خالد (دارالفضل ربوہ) عبدالاعلیٰ حسن (علوم غربی) منصور احمد ناصر (اسٹیل ٹاؤن کراچی) منیر احمد بٹ (شادیوال) شفیق احمد قیصر (۵۶۳۔ گ ب) عاصم خالد بھلی (گلبرگ لاہور) شمر مسعود (بنگلہ منڈی۔ گجرات) محمود احمد اختر (میرا بھر کا۔ آزاد کشمیر)

اشاریہ

"خالد" جلد نمبر ۳۷ شمارہ نمبر ۱ تا ۱۲ دسمبر ۸۹ء تا اکتوبر ۹۰ء میں شائع ہونے والے اہم مضامین کا اشاریہ

ترتیب:- (س-م-ا-ایاز)

۱- "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیروں کی نظر میں" مکرم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب - ربوہ (اکتوبر، نومبر صفحہ ۱۷)

۲- "حضرت عیسیٰ کی زندگی پر ایک تحقیقی نظر" از مکرم ڈاکٹر محمد علی صاحب (اکتوبر، نومبر صفحہ ۲۷)

۳- "ماضی کے جھروکوں سے" تحریر:- مکرم مولانا محمد منور صاحب (اکتوبر، نومبر صفحہ ۴۱)

۴- "کیا بنی اسرائیل کے خروج مصر کے وقت سمندر واقعتہً دو ٹکڑے ہوگیا تھا؟" مکرم مولانا بشارت احمد صاحب بشیر (اکتوبر، نومبر صفحہ ۴۹)

۵- "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدام سے شفقت" از مکرم مرزا محمد الدین صاحب ناز- ربوہ (دسمبر صفحہ ۲۳)

۶- "ہم اور ہمارے بچے" از قلم مکرم ڈاکٹر محمد علی خان صاحب- حیدر آباد (دسمبر صفحہ ۳۳)

۷- "سو سال کے دوران جماعت احمدیہ کی سب سے بڑی کامیابی؟"
ایک سروے (دسمبر صفحہ ۴۰)

۸- "آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذرائع اصلاح و تربیت" مکرم بشارت احمد صاحب ناصر (جنوری صفحہ ۶)

۹- "محبت کی باریکیاں" از مکرم فہیم احمد صاحب خادم - ربوہ (جنوری صفحہ ۱۵)

۱۰- "ابتدائی عیسائیوں کی روحانی غزلیں" از مکرم شیخ عبد القادر صاحب - لاہور (جنوری صفحہ ۱۷)

۱۱- "ایک بری عادت---نکما پن" مکرم محمود مجیب اصغر صاحب (جنوری صفحہ ۲۱)

۱۲- "خدام الاحمدیہ کے پچاس سال---ایک مختصر جائزہ" مرتبہ: مکرم سلطان احمد صاحب مبشر (جنوری صفحہ ۲۵)

۱۳- "حقیقتہ المہدی" (تعارف کتب نمبر ۱) مرتبہ: ظہیر احمد تسنیم- ربوہ (جنوری صفحہ ۲۸)

۱۴- "تندرستی ہزار نعمت" (جنوری صفحہ ۳۰)

۱۵- "نوبل انعامات ۱۹۸۹ء" مرتبہ: مکرم نوید احمد صاحب مبشر ربوہ (جنوری صفحہ ۳۵)

۱۶- "سیدی حضرت مصلح موعود---کا شوق مطالعہ" مکرم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب (فروری صفحہ ۵)

۱۷- سبز اشتہار (تعارف کتب نمبر ۲) مرتبہ: ظہیر احمد تسنیم (فروری صفحہ ۱۱)

۱۸- "حضرت مصلح موعود--- کا وسعت حوصلہ" مکرم عبد السمیع خان صاحب (فروری صفحہ ۱۵)

۱۹۔ "پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے قادیاں" محترم پروفیسر راجہ نصر اللہ خان صاحب (جنوری صفحہ ۲۳)

۲۰۔ "حضرت مصلح موعود۔۔۔ایک صاحب طرز و فکر مصنف کی حیثیت سے" (فروری صفحہ ۳۱)

۲۱۔ "خدام الاحمدیہ کے پچاس سال۔۔۔ایک مختصر جائزہ" مرتبہ: مکرم سلطان احمد صاحب مبشر (فروری صفحہ ۳۹)

۲۲۔ "لیکچر سیالکوٹ" (تعارف کتب نمبر ۳) مرتبہ: ظہیر احمد تسنیم (مارچ صفحہ ۴)

۲۳۔ "کیا حضرت مسیح واقعہ صلیب سے پہلے ہندوستان آئے تھے؟" جناب شیخ عبدالقادر صاحب (مارچ صفحہ ۷)

۲۴۔ "ہمارا مطمع نظر اور اس کے حصول کے ذرائع" محمود مجیب اصغر صاحب (مارچ صفحہ ۱۳)

۲۵۔ "خدام الاحمدیہ کے پچاس سال۔۔۔ایک مختصر جائزہ" مرتبہ: مکرم سلطان احمد صاحب مبشر (مارچ صفحہ ۱۹)

۲۶۔ "جماعت احمدیہ عالمگیر کی دوسری صدی میں خدام احمدیت ربوہ کا پہلا سائیکل سفر" مکرم منور احمد جاوید صاحب (مارچ صفحہ ۲۱)

۲۷۔ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن معاشرت" محترم حافظ مظفر احمد صاحب (اپریل صفحہ ۵)

۲۸۔ "وہ حسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا" احمدی نوجوانوں کی تنظیم۔۔۔حضرت مصلح موعود۔۔۔کا ایک عظیم احسان تحریر حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (اپریل صفحہ ۱۴)

۲۹۔ "روئداد جلسہ دعا" (تعارف کتب نمبر ۴) مرتبہ: ظہیر احمد تسنیم (اپریل صفحہ ۱۹)

۳۰۔ "سال ۱۹۸۹ء کے حیران کن، تیز واقعات" مکرم جناب منور شمیم خالد صاحب (اپریل صفحہ ۲۱)

۳۱۔ "خالد" کا سفر محترم مولانا غلام باری صاحب سیف (اپریل صفحہ ۳۵)

۳۲۔ "خالد" مکرم سلطان احمد صاحب مبشر (اپریل صفحہ ۳۷)

۳۳۔ "خدام الاحمدیہ کے پچاس سال۔۔۔ایک مختصر جائزہ" مرتبہ: ڈاکٹر سلطان احمد صاحب مبشر (اپریل صفحہ ۴۱)

۳۴۔ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن معاشرت" (قسط دوم آخری) محترم حافظ مظفر احمد صاحب (مئی صفحہ ۳)

۳۵۔ "قدرت ثانیہ کی حقیقت" محترم پروفیسر بشارت الرحمان صاحب ایم۔اے (مئی صفحہ ۱۱)

۳۶۔ "منصب خلافت" (تعارف کتب نمبر ۵) (مئی صفحہ ۱۹)

۳۷۔ "گاہے گاہے باز خواں۔۔۔(حضرت مولوی محمد حسین صاحب کے بیان فرمودہ واقعات)" مرتبہ: وسیم احمد سروعہ صاحب (مئی صفحہ ۲۳)

۳۸۔ "مبارک وہ جو اب ایمان لایا جماعت احمدیہ کے عظیم الشان کردار کی روح پرور جھلکیاں" مکرم عبدالسمیع [illegible] صاحب

(مئی صفحہ ۲۹)

۳۹۔ "اردو نثر میں سیرت رسول اور احمدی سیرت نگار" مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت (مئی صفحہ ۲۵)

۴۰۔ "آل پاکستان احمدی شعراء کا یادگار مشاعرہ" زیر اہتمام مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان مرتبہ: مکرم یوسف سہیل صاحب شوق (مئی صفحہ ۳۸)

۴۱۔ "شجاعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم" مکرم راجہ منیر احمد صاحب (جون صفحہ ۵)

۴۲۔ "مبارک وہ جو اب ایمان لایا" (قسط دوم) مکرم عبدالسمیع خان صاحب (جون صفحہ ۱۳)

۴۳۔ لیکچر لدھیانہ (تعارف کتب نمبر ۶) مرتبہ: ظہیر احمد تسنیم (جون صفحہ ۱۷)

۴۴۔ "اور دیوار ٹوٹ گئی------" مبشر احمد ایاز (جون صفحہ ۱۹)

۴۵۔ "لوئی پاسچر۔ ایک عظیم سائنسدان" سہیل احمد۔ بہاولپور (جون صفحہ ۲۲)

۴۶۔ "دیر ہے پر اندھیر نہیں" (قسط اول) مکرم پروفیسر راجہ نصر اللہ خان صاحب (جون صفحہ ۲۶)

۴۷۔ "وسعت حوصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے آئینہ میں" مکرم یوسف سہیل صاحب شوق (جولائی صفحہ ۴)

۴۸۔ "علوم جدیدہ اور زبانیں" مکرم محمود مجیب اصغر صاحب (جولائی صفحہ ۹)

۴۹۔ لیکچر لاہور (تعارف کتب نمبر ۷) مکرم ظہیر احمد تسنیم (جولائی صفحہ ۱۶)

۵۰۔ "ایک دن چشمہ بیراج پر" امان اللہ امجد۔ احسان اللہ اسد (جولائی صفحہ ۱۸)

۵۱۔ "دنیا کا پہلا ایٹم بم" محمد مسعود خان۔ دارالصدر شمالی (جولائی صفحہ ۲۱)

۵۲۔ "وھیل مچھلیاں" عبدالصبور، محمد محمود طاہر (جولائی صفحہ ۲۳)

۵۳۔ "چار حرفوں کا رونا" منصور احمد خان۔ لاہور (جولائی صفحہ ۲۷)

۵۴۔ "سن سٹروک" (جولائی صفحہ ۲۹)

۵۵۔ "خدام الاحمدیہ کے پچاس سال" (آخری قسط) مرتبہ: مکرم سلطان احمد صاحب مبشر (جولائی صفحہ ۳۰)

۵۶۔ "دیر ہے پر اندھیر نہیں" (قسط نمبر ۲) مکرم پروفیسر راجہ نصر اللہ خان صاحب (جولائی صفحہ ۳۲)

۵۷۔ "دنیا کا سب سے مشہور قیدی نیلسن منڈیلا" عبد اللہ پاشا۔ سندھ (جولائی صفحہ ۴۱)

۵۸۔ "حضرت مسیح موعود---کا عشق الٰہی" مکرم ڈاکٹر سلطان احمد صاحب مبشر (اگست صفحہ ۷)

۵۹۔ "پیغام صلح" (تعارف کتب نمبر ۸) مرتبہ: ظہیر احمد تسنیم (اگست صفحہ ۱۱)

۶۰۔ "تحریک پاکستان اور جماعت احمدیہ" مکرم مرزا خلیل احمد صاحب قمر۔ ربوہ (اگست صفحہ ۱۵)

۶۱۔ "قرآن کریم کے اعراب و نقاط کا تاریخی جائزہ" مکرم عبدالسمیع خان صاحب (اگست صفحہ ۱۹)

۶۲۔ "سانپ SNAKES" مکرم محمد مسعود خان صاحب۔ ربوہ (اگست صفحہ ۲۳)

۶۳۔ انٹرویو صدر مجلس خدام الاحمدیہ ۔ انگلستان (اگست صفحہ ۲۷)

۶۴۔ "دم دار ستارے COMETS" (اگست صفحہ ۲۹)

۶۵۔ "دیر ہے پر اندھیر نہیں" (قسط سوم) ترجمہ: پروفیسر راجہ نصر اللہ خان صاحب (اگست صفحہ ۳۱)

۶۶۔ "پاکستان کے اہم پھل پھول" مرزا طاہر بیگ۔ لاہور (اگست صفحہ ۳۶)

۶۷۔ "میرا جیون ساتھی" (اگست صفحہ ۳۸)

۶۸۔ "درخت قوم کا سرمایہ" محمد عبدالرحمان محمود بلوچ (اگست صفحہ ۴۱)

۶۹۔ "رپورٹ جلسہ سالانہ لندن ستمبر"۔ (صفحہ ۵)

۷۰۔ "شان خاتم النبیینؐ" ستمبر۔ (صفحہ ۱۵)

۷۱۔ تعارف کتب (نجم الہدیٰ) سید مبشر احمد ایاز (ستمبر۔ صفحہ ۱۹)

۷۲۔ "دیر ہے پر اندھیر نہیں" (چوتھی قسط) پروفیسر راجہ نصر اللہ خان صاحب (ستمبر۔ صفحہ ۲۲)

۷۳۔ "آپ کی صحت اور خوراک" ستمبر۔ (صفحہ ۲۵)

۷۴۔ "تباہ کن جانور" (ستمبر صفحہ ۲۹)

۷۵۔ "قائد اعظم کے آخری ایام" محمد مسعود خان (ستمبر۔ صفحہ ۳۱)

۷۶۔ "میدے کی روٹی۔ محبت کے آنسو" اکتوبر ۴۔

۷۷۔ "مبارک وہ جواب ایمان لایا"۔ (آخری قسط) عبدالسمیع خان صاحب اکتوبر ۹۔

۷۸۔ کامیاب زندگی کے چند اصول کریم الدین احمد صاحب (اکتوبر) ۲۹۔

۷۹۔ "دیر ہے پر اندھیر نہیں" (پانچویں آخری قسط) پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب (اکتوبر) ۲۵۔

۸۰۔ "روس کے چھ کروڑ مسلمان" پروفیسر راجہ نصر اللہ خان صاحب (ترجمہ) اکتوبر ۱۳

۸۱۔ "جدائی۔ نفرت۔ محبت" ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ (اکتوبر) ۲۳۔

دارا شکوہ کا قتل مقالہ نگار مکرم مولانا بشارت احمد صاحب بشیر (اکتوبر صفحہ ۱۹) ۱۹۔

MONTHLY **KHALID** RABWAH
Regd. No: L 5830 EDITOR - MUBASHIR AHMAD AYAZ OCT 1990